کتاب التوحید
بسم الله الرحمن الرحيم
قل هو الله أحد ○ الله الصمد ○ لم يلد ولم يولد ○ ولم يكن له كفوا أحد ○
تالیف:
فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ تعالی

www.KitaboSunnat.com
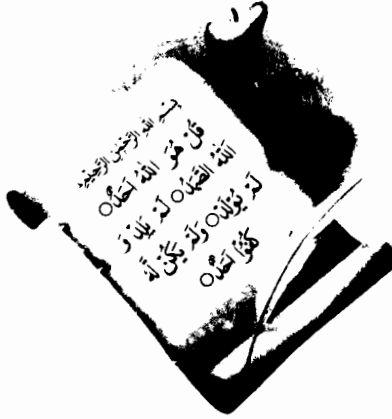
تالیف

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ تعالیٰ

نام کتاب

کتاب التوحید

تالیف

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ تعالیٰ

ناشر .... دارالاندلس

ملنے کا پتہ

مرکز القادسیہ 4۔لیک روڈ چوبرجی، لاہور
فون:7230549-7231106-7240940

کتاب التوحید

الباب الاول

انسانی زندگی میں کفر و الحاد اور شرک کی آمد تاریخ کے آئینے میں

فصل اول

فصل دوم

فصل سوم

فصل چہارم

فصل پنجم

الباب الثانی

توحید کے منافی اقوال واعمال

فصل ششم

فصل ھفتم

فصل ھشتم

فصل نہم

فصل دھم

فصل یازدھم

الباب الثالث

رسول اللہ ﷺ، اہل بیت اور صحابہ کرام کے متعلق عقیدہ

فصل اول

فصل دوم

فصل سوم

فصل چہارم

فصل پنجم

فصل ششم

الباب الرابع

بدعتیں اور ان سے بچاؤ

فصل اول

فصل دوم

فصل سوم

فصل چہارم

عرض ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ !

دنیا میں غلبہ اور آخرت میں فلاح عقیدۂ توحید سے وابستہ ہے۔ نبوت کے پہلے دن رسول اکرم ﷺ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

((قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا تَمْلِكُ الْعَرَبَ وَالْعَجَمَ))

”لوگو! اللہ کے معبود برحق ہونے کا اقرار کرلو! کامیاب ہو جاؤ گے۔ عرب و عجم کے مالک بن جاؤ گے۔“

عقیدۂ توحید میں کمزوری سے شرک جڑیں پکڑتا ہے۔ جس معاشرے میں شرک داخل ہو جائے اس کے لیے دنیا و آخرت کی بربادی کا سامان کر دیتا ہے۔

علمائے سلف نے نخلِ توحید کی آبیاری کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر ڈالیں موضوع کھول کر بیان کرنے اور عوام الناس تک پہنچانے کے لیے انھوں نے جہاں تقریر اور وعظ سے کام لیا وہاں لاتعداد کتب بھی لکھیں۔

الشیخ صالح بن فوزان الفوزان ﷾ کی تحریر کردہ ''کتاب التوحید'' اس سلسلے کی کڑی ہے، جس میں انھوں نے توحید اور شرک سے متعلق تمام امور پر مدلل گفتگو کی ہے۔ خاص طور پر ایسے اسباب کا تذکرہ کیا ہے۔ جن کے ذریعے سے عقیدوں میں شرک درآتا ہے۔

''کتاب التوحید'' کا اسلوب نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، حافظ ابن القیم اور شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب ؒ کی کتب سے انھوں نے خاص طور پر فائدہ اٹھایا ہے۔

ادارہ ''**دارالاندلس**'' کے رفیق حافظ محمد یوسف سراج نے کتاب کی تہذیب و تسہیل پر خوب محنت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ مولف محترم، مترجم اور اس پر کام کرنے والے تمام احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اسے امت کی ہدایت و راہنمائی کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

محمد سیف اللہ خالد

مدیر ''**دارالاندلس**''

۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى نَبِيِّهِ الصَّادِقِ الْأَمِيْنِ نَبِيِّنَا وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ وَ بَعْدُ !

راقم کی زیرنظر کتاب علم توحید پر ایک سنجیدہ تالیف ہے، اس میں اختصار کے ساتھ ساتھ بہت آسان اور عام فہم اسلوب بیان کا خیال رکھا گیا ہے۔ تالیف کے دوران اپنے اسلاف کرام، سلفی دعوت وتحریک کے علمائے عظام، خاص طور پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم الجوزیہ اور شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم کی کتابوں اور تحریروں سے اقتباس واستفادہ کیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی عقیدہ خاص طور پر توحید کا علم بہت ہی اہم اور بنیادی ہے، اسے سیکھنے، سکھانے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی طرف بھر پور توجہ دینا ہمارا اولین فریضہ ہے، اس لیے کہ بندوں کے اعمال کی صحت، قبولیت اور نفع بخش ہونے کا یہی ایک راستہ ہے، خاص طور پر ایسے وقت اور ماحول میں جہاں الحاد، تصوف، رہبانیت، قبر پرستی اور سنت وشریعت مخالف بدعتوں کی تیز وتند آندھیاں چل رہی ہیں، طرح طرح کی گمراہ کن اور خطرناک تحریکیں اور جماعتیں اپنا کام کر رہی ہیں۔

ایسے زہر آلود عہد و ماحول میں اگر مسلمان کتاب وسنت پر مبنی صحیح عقیدہ کے ہتھیار سے مسلح نہ ہوں تو بہت جلد انھیں یہ گمراہ کن اور فاسد لہریں بہا لے جائیں گی، ان خطرات کے پیش نظر مسلم بچوں کے لیے کتاب وسنت پر مبنی صحیح عقیدہ پھر اس کی تعلیم وتلقین کا اہتمام اور انتظام بہت ضروری ہے، زیر نظر کتاب اس راہ کی ایک سنجیدہ کوشش ہے۔

صالح بن فوزان الفوزان

انسانی زندگی میں کفر و الحاد اور شرک کی آمد تاریخ کے آئینے میں

فصل اول

انسانی زندگی میں انحراف

تخلیق انسانی کا مقصد: اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے اور ان کے لیے رزق کے تمام وسائل مہیا فرمادیے ہیں تا کہ وہ یکسو ہو کر عبادت کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ مَا اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَا اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ○ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴾
(الذاريات: ٥٦-٥٨)

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں، میں ان سے طالب رزق نہیں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے (کھانا) کھلائیں، اللہ ہی تو رزق دینے والا، زور آور اور مضبوط ہے۔''

نفس انسانی سلیم الفطرت ہے: نفس انسانی کو اگر اپنی فطرت پر چھوڑا جائے تو وہ ضرور اللہ کی الوہیت کا اقرار کرے گا، اس کی ذات بابرکت سے محبت کرے گا، اس کی عبادت کرے گا، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا، لیکن جب اسے جن وانس میں سے شیطان صفت افراد ورغلاتے ہیں، اپنی چکنی چپڑی اور دھوکے کی باتوں سے بہکاتے ہیں تو اس کے اندر بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے، پھر اسے صراط مستقیم سے ہٹا کر غلط راہوں پر ڈال دیتے ہیں، چونکہ توحید انسانی فطرت میں ودیعت ہے اور شرک ایک عارضی اور نو وارد چیز ہے لہٰذا انسان کو اگر اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو ضرور وہ اپنی فطرت کی طرف لوٹ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ﴾ (الروم: ۳۰)

''تو تم ایک طرف کے ہو کر دین (اللہ کے رستے) پر سیدھا منہ کیے چلے جاؤ، (اور) اللہ کی فطرت کو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے (اختیار کیے رہو)، اللہ کی بتائی ہوئی فطرت میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ))[1]

''ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔''

لہٰذا اولاد آدم کی اصلیت توحید ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کے عہد سے صدیوں بعد تک اسلام ہی ان کا دین رہا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ﴾ (البقرۃ: ۲۱۳)

''(پہلے تو سب) لوگوں کا ایک ہی مذہب تھا (لیکن پھر وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے) تو اللہ تعالیٰ نے (ان کی طرف) بشارت دینے والے اور ڈر سنانے والے پیغمبر بھیجے۔''

عقیدہ میں پہلی خرابی:

صحیح عقیدہ کی عمارت میں شرک و انحراف کی دراڑ پہلی مرتبہ قوم نوح میں پڑی، اس لحاظ سے

---

[1] بخاری، كتاب الجنائز، باب إذا أسلم الصبی فمات: ۱۳۵۸۔

نوح علیہ السلام کو پہلا رسول کہا گیا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ اِنَّآ اَوۡحَیۡنَآ اِلَیۡكَ كَمَآ اَوۡحَیۡنَآ اِلٰی نُوۡحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ ﴾
(النساء : ١٦٣)

''(اے محمد!) ہم نے تمھاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور ان کے بعد پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیانی عہد میں دس نسلیں گزریں، وہ سب کی سب اسلام پر تھیں۔''

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ قول قطعی طور پر صحیح ہے، سورۂ بقرہ کی مذکورہ آیت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت میں یوں آئی ہے: ﴿ فَاخۡتَلَفُوۡا فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ ﴾ اور سورۂ یونس کی اس آیت سے اس قراءت کو انھوں نے ثابت کیا ہے:

﴿ وَ مَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخۡتَلَفُوۡا ﴾ (یونس : ١٩)

''اور (سب) لوگ (پہلے) ایک ہی امت تھے پھر جدا جدا ہوگئے۔''

نبوت سے پہلے اور بعد:

اس سے موصوف نے یہ ثابت کیا ہے کہ انبیائے کرام کی بعثت کا سبب اس صحیح دین میں لوگوں کا اختلاف تھا جس پر وہ قائم تھے جیسے کہ ملک عرب کے لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر قائم تھے، یہاں تک کہ عمرو بن لحی الخزاعی نامی شخص آیا اور اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کو بدل دیا، عام طور پر پورے عرب میں اور خاص طور پر حجاز کو بتوں سے بھر دیا، لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان بتوں کی عبادت میں لگ گئے اور یوں اس مقدس شہر اور اس کے قرب و جوار کے شہروں میں شرک پھیل گیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو توحید کی

طرف بلایا، ملت ابراہیمی کے اتباع و پیروی کی دعوت دی، اللہ تعالیٰ کی راہ میں بھر پور جہاد کیا، یہاں تک کہ عقیدۂ توحید لوگوں کی زندگی میں لوٹ آیا، ملت ابراہیمی کا احیا ہوا، بت توڑے گئے، اللہ تعالیٰ نے اس نبی امی کے ذریعہ اپنا دین مکمل فرمایا اور تمام جہانوں پر اپنی نعمت کی تکمیل فرمائی۔ اسی منہج توحید و رسالت پر اس امت کے ابتدائی دور کے لوگ قائم رہے، پھر آخری صدیوں میں جہالت عام ہوگئی، بہت سے دیگر مذاہب کے اثرات اس میں داخل ہوگئے پھر ضلالت کی طرف بلانے والوں کے کرتوت اور اولیاء و بزرگوں کی قبروں پر پختہ عمارتوں کی وجہ سے شرک و بدعت امت کے بہت سے افراد میں عام ہوگئی، اللہ تعالیٰ کے بجائے بہت سے مجسمے عبادت کے لیے چن لیے گئے، ان کی بارگاہ میں منت و سماجت، دعا و استغاثہ اور نذر و نیاز شروع ہوگئی، پھر اس طرح کے شرکیہ اعمال کرنے والوں نے اپنے اعمال کی توجیح یہ کی کہ یہ بزرگوں کی عبادت نہیں ہے بلکہ ان سے توسل اور ان کی محبت کا اظہار ہے۔ ایسی تاویل کرتے وقت یہ لوگ بھول گئے کہ پہلے مشرکوں کے بھی اپنے شرکیہ اعمال کی یہی دلیل ہوا کرتی تھی، ان کا کہنا ہوتا تھا:

﴿ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ﴾ (الزمر : ٣)

''ہم ان کو اس لیے پوجتے ہیں تا کہ وہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں۔''

اس طرح کے شرکیہ اعمال کے باوجود جن میں اکثر لوگ ہر زمانہ میں مبتلا رہے ہیں عام طور پر مشرکوں کی اکثریت توحید ربوبیت کی قائل رہی ہے، ان کا شرک صرف عبادات تک منحصر رہا ہے۔ جیسا کہ سورۂ یوسف میں ہے:

﴿ وَ مَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴾ (یوسف : ١٠٦)

''اور یہ اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے مگر (اس کے ساتھ) شرک کرتے ہیں۔''

دل کو تسلیم ہے مگر زبان منکر:

بنی نوع انسان میں سے رب کے وجود کا انکار بہت ہی کم لوگوں نے کیا ہے، جیسے

فرعون، ملحدین، دہریے اور عصر حاضر کے کمیونسٹ۔ ان کے انکار کی وجہ ہٹ دھرمی ہے ورنہ اندرونی طور پر یہ بھی رب (پروردگار) کے وجود کے قائل ہیں۔ اسی طرح کے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا ﴾ (النمل: ١٤)

''اور انھوں نے بے انصافی اور غرور میں آ کر ان باتوں سے انکار کیا حالانکہ ان کے دل ان کو مان چکے تھے۔''

اس طرح کے لوگوں کی عقل و آگہی ضرور گواہی دیتی ہے کہ ہر مخلوق کا کوئی نہ کوئی خالق ہوتا ہے اور ہر موجود شے کا کوئی نہ کوئی موجد ہوتا ہے اور کائنات کے اس منظّم و مستحکم نظام کو کوئی مدبر، حکیم، بے پناہ قدرت رکھنے والا اور ہمہ گیر علم رکھنے والا چلا رہا ہے، اس بات کا انکار وہی کرسکتا ہے جو عقل سے عاری ہو یا ایسا ہٹ دھرم ہو جس نے اپنی عقل سے کام لینا چھوڑ دیا ہے۔

فصل دوم

شرک اور اس کی اقسام

شرک کیا ہے؟

شرک نام ہے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت والوہیت میں کسی دوسرے کو شریک کرنے کا، اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں شرک یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر کو پکارے اور بعض عبادتوں کو اس کے لیے ادا کرے، جیسے نذر و نیاز، خوف و امید اور محبت و تعظیم وغیرہ۔

شرک سب سے بڑا گناہ:

❶ الٰہی صفات و خصائص میں مخلوق کو خالق کے مشابہ قرار دینا، اس لیے کہ خالق کے ساتھ کسی مخلوق کو شریک کرنے کا صاف مطلب مخلوق کو خالق کے برابر قرار دینا ہے، یہ سب سے بڑا ظلم ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴾ (لقمان : ۱۳)

''شرک تو بہت بڑا ظلم ہے۔''

ظلم کہتے ہیں: ''کسی چیز کو اس کے اصل مقام و محل سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنے کو'' لٰہذا جس نے غیر اللہ کی عبادت کی، بے شک اس نے عبادت کو اپنی اصل جگہ سے ہٹا کر غیر محل میں استعمال کیا اور اسے ایک غیر مستحق کی طرف پھیر دیا اور یہ سب سے بڑا ظلم ہے۔

❷ اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر فرما دیا ہے کہ شرک کے بعد جو توبہ نہیں کرے گا اس کی

مغفرت نہیں ہوگی۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾ (النساء : ٤٨)

''اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنا دیا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔''

❸ اللہ تعالیٰ نے اس کی پھر خبر دی ہے کہ اس نے مشرک پر جنت حرام کر دی ہے اور مشرک ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں پڑا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰهُ النَّارُ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴾ (المائدہ : ٧٢)

''(اور جان رکھو کہ) جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اللہ اس پر بہشت حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔''

❹ شرک انسان کے تمام گزشتہ اعمال کو ختم کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ (الانعام : ٨٨)

''اور اگر وہ لوگ (انبیاء) شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے سب ضائع ہو جاتے۔''

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَ لَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ﴾ (الزمر : ٦٥)

''اور (اے محمد!) تمھاری طرف اور ان (پیغمبروں) کی طرف جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں، یہی وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمھارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم زیاں کاروں میں سے ہو جاؤ گے۔''

❺ میدان جنگ میں مشرک کا خون اور مال حلال ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ﴾ (التوبة : ٥)

"جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور پکڑ لو اور گھیر لو اور ہر گھات کی جگہ ان کی تاک میں بیٹھے رہو۔"

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَإِذَا قَالُوا هَا عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَ هُمْ وَ أَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا)) ①

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑتا رہوں جب تک وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کر لیں اور جب وہ اس کا اقرار کر لیں تو مجھ سے اپنے خون اور مال کی حفاظت کر لیں گے مگر اس کے حق سے۔"

❻ شرک سب سے بڑا گناہ ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ، قُلْنَا بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! قَالَ :أَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَ عُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ)) ②

"کیا میں تمھیں سب سے بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟" ہم نے کہا: "ضرور بتایئے اے اللہ کے رسول!" آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور والدین کی نافرمانی۔"

---

① بخاری، کتاب الإیمان، باب قوله تعالیٰ فإن تابو ...... فخلوا سبیلهم : ٢٥۔

② بخاری، کتاب الأدب، باب عقوق الوالدین من الکبائر : ٥٩٧٦۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرما دیا ہے کہ تخلیق کائنات اور اس کے نظم و انتظام کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے اسماء و صفات کے ذریعہ پہچانا جائے، لوگ آپس میں عدل و انصاف سے کام لیں، عدل وہ میزان ہے جس کے ذریعہ آسمان و زمین کا قیام ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ﴾ (الحدید : ٢٥)

''ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو (یعنی قواعد عدل بھی) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت سے باخبر کیا کہ اس نے رسول بھیجے اور کتابیں نازل کیں، تاکہ لوگ عدل و انصاف سے کام لیں۔ سب سے بڑا عدل وانصاف توحید ہے، بلکہ توحید عدل کا لب لباب ہے اور شرک کھلا ہوا ظلم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ (لقمان : ١٣)

''بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

شرک سب سے بڑا ظلم ہے اور توحید سب سے بڑا عدل ہے۔ شرک تخلیق کائنات کے اصلی مقصد کی سراسر مخالفت ہے، لہٰذا وہ سب سے بڑا گناہ ہے، اس سلسلہ میں علامہ ابن القیم رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''چونکہ شرک مقصدِ تخلیقِ کائنات کے سراسر مخالف ہے اور سب سے بڑا گناہ ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ہر مشرک کے لیے جنت حرام کر دی ہے، مشرک کے جان و مال،

اہل وعیال کو اہل توحید کے لیے حلال قرار دیا اور چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی عبودیت سے بہت دور ہیں لہٰذا انھیں اپنا خادم بنا کر رکھنا چاہیے، اللہ تعالیٰ نے مشرک کے کسی بھی عمل کو قبول کرنے سے انکار کیا ہے، اس کے بارے میں کسی کی سفارش بھی قابل قبول نہ ہوگی، آخرت کے دن اس کا پکارنا بھی رائگاں جائے گا، اس کی امیدیں بھی ناکام ہوں گی، ایک مشرک اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے سب سے زیادہ نادان و بے بہرہ ہوتا ہے، اسی وجہ سے وہ کسی غیر کو اللہ تعالیٰ کا مد مقابل ٹھہراتا ہے، جو آخری درجہ کی جہالت ہے، یہ غایت درجہ کا ظلم بھی ہے، اگرچہ ایک مشرک اللہ تعالیٰ پر کوئی ظلم نہیں کرتا لیکن وہ اپنے نفس پر بہت بڑا ظلم کرتا ہے۔''

شرک ایک نقص اور عیب ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات وصفات کو پاک قرار دیا ہے، لہٰذا جو شخص اس کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے وہ چیز ثابت کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو پاک قرار دیا ہے، لہٰذا شرک اللہ تعالیٰ کی سراسر نافرمانی ہے، بلکہ اس کے خلاف اعلان جنگ ہے۔

شرک کی قسمیں

◎ شرک اکبر

◎ شرک اصغر

شرک اکبر:

جو بندہ کو دائرۂ اسلام سے نکال دیتا ہے اور اس کو ہمیشہ کے لیے جہنم رسید کر دیتا ہے، یہ اس صورت میں ہے جب وہ شرک ہی پر مرا ہو اور توبہ کی توفیق نہ ملی ہو۔ شرک اکبر کا مطلب ہے کوئی عبادت غیر اللہ کے لیے ادا کی جائے، جیسے غیر اللہ سے دعا کرنا، غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اس کی بارگاہ میں قربانی کرنا، نذر و نیاز چڑھانا۔ غیر اللہ کے ضمن میں مقابر و مزارات، جنات و شیاطین سب آ جاتے ہیں، اسی طرح فوت شدگان سے خوف کھانا کہ وہ اسے تکلیف نہ پہنچا دیں، اس کو بیماری میں مبتلا نہ کر دیں اور غیر اللہ سے ایسی امیدیں وابستہ رکھنا جس پر صرف اللہ قدرت رکھتا ہے مثلاً حاجت پوری کرنا، مصیبت دور کرنا، اس طرح کے شرک کی مشق آج کل اولیا و بزرگوں کی پختہ قبروں پر خوب ہو رہی ہے۔ اسی چیز کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ (یونس: ۱۸)

''اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ ان کا کچھ بگاڑ سکتی

ہیں اور نہ کچھ بھلا ہی کر سکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔''

شرک اصغر:

جس سے بندہ دائرۂ اسلام سے خارج تو نہیں ہوتا لیکن اس کی توحید میں کمی آ جاتی ہے، یہ شرک اکبر کا ایک ذریعہ ہے، اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

❀ شرک جلی:

شرک جلی سے مراد شرکیہ الفاظ و افعال ہیں۔ شرکیہ الفاظ کی مثال غیر اللہ کی قسم کھانا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ)) [1]

''جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔''

اور آپ ﷺ کا اس شخص سے یہ فرمانا جس نے کہا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ اور آپ نے چاہا، ''کیا تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کا مد مقابل بنا دیا؟ کہو اگر اللہ اکیلے نے چاہا۔'' (نسائی)

اسی طرح کسی کا یہ کہنا ''اگر اللہ اور فلاں نہ ہوتا'' جب کہ صحیح یہ ہے کہ جیسا اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر فلاں شخص نے، اس لیے کہ لفظ پھر (ثم) وقفہ (تراخی) کے لیے آتا ہے، جس سے یہ مفہوم خود بخود پیدا ہو جاتا ہے کہ بندہ کی مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَمَا تَشَآءُونَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (التكوير : ٢٩)

---

[1] ترمذی، کتاب النذور والأيمان باب ماجآء فی أن من حلف بغير الله فقد أشرك : ١٥٣٥۔

''اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر وہی جو اللہ رب العالمین چاہے۔''

جب کہ حرف واؤ مطلق جمع و اشتراک کے لیے آتا ہے، جس سے ترتیب وتعقیب کا مفہوم پیدا نہیں ہوتا، جیسے کسی سے کہا جائے: ''میرے لیے تو بس اللہ اور تم ہو'' اور ''یہ اللہ اور تمھاری برکت کے طفیل ہے'' وغیرہ۔

شرکیہ اعمال جیسے کڑے پہننا، دفع بلیات کے لیے دھاگا باندھنا، نظر بد سے بچنے کے لیے تعویذ باندھنا وغیرہ، ان اعمال کے ساتھ جب یہ عقیدہ ہو کہ ان کے ذریعے مصائب اور پریشانیاں دور ہوتی ہیں، بلائیں ٹلتی ہیں تو یہ شرک اصغر ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو ان مقاصد کے ذرائع نہیں بنایا، لیکن اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ یہ چیزیں بذات خود بلا و مصیبت دور کرتی ہیں تو یہ شرک اکبر ہے، اس لیے کہ اس میں غیر اللہ کے ساتھ اس تعلق و ربط کا اظہار ہو رہا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔

❀ شرک خفی:

یہ ارادوں اور نیتوں کا شرک ہے، جیسے ریا کاری اور شہرت آوری وغیرہ، یعنی اللہ تعالیٰ سے تقرب والے عمل اس لیے کیے جائیں کہ لوگ اس کی تعریف کریں، مثلاً کوئی شخص اچھی نماز صرف اس لیے پڑھتا ہے یا صدقہ و خیرات صرف اس لیے کرتا ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں، ذکر و اذکار اور تلاوت صرف اس لیے کرتا ہے کہ لوگ سنیں اور اس کی خوب تعریف کریں، کسی بھی عمل میں جب ریا کاری آجاتی ہے تو وہ عمل باطل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴾ (الکھف: ۱۱۰)

اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔''

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((أَخْوَفُ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! وَ مَا الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ ، قَالَ : الرِّيَاءُ)) ①

''تمھارے متعلق سب سے زیادہ ڈر مجھے شرک اصغر سے ہے۔'' لوگوں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! شرک اصغر سے کیا مراد ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ریا کاری۔''

اسی طرح دنیاوی لالچ میں کوئی دینی عمل سرانجام دینا بھی شرک خفی ہے، جیسے کوئی شخص صرف مال و دولت کے لیے حج کرتا ہو، اذان دیتا ہو یا لوگوں کی امامت کرتا ہو، علوم شرعیہ حاصل کرتا ہو یا جہاد فی سبیل اللہ کرتا ہو، ایسے لوگوں کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ ، وَ عَبْدُالدِّرْهَمِ وَالْقَطِيفَةِ وَالْخَمِيْصَةِ وَالْخَمِيْلَةِ، إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ وَ إِنْ لَمْ يُعْطَ سَخِطَ)) ②

''ہلاک ہوا دینار کا بندہ، ہلاک ہوا درہم کا بندہ، ہلاک ہوا کپڑے کا بندہ ہلاک ہوا کالی چادر کا بندہ، ہلاک ہوا مخملی چادر کا بندہ، اگر اسے دیا جاتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور اگر نہیں دیا جاتا تو ناخوش رہتا ہے۔''

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ارادوں اور نیتوں کا شرک تو ایسا بحر زخار ہے کہ جس کا کوئی کنارہ نہیں اور بہت کم لوگ اس سے بچ پاتے ہیں۔''

---

① مسند احمد: ٤٢٨/٥۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو حسن (بلوغ المرام، ص : ٣٠٢) جبکه امام منذری رحمہ اللہ نے جید کها هے۔ (الترغیب : ٦٩/١۔

② بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الحراسة فی الغزو فی سبیل الله : ٢٨٨٦۔

لہٰذا جس شخص نے اپنے عمل سے اللہ کی رضا مندی کے علاوہ کسی دوسری چیز کا ارادہ کیا یا اللہ تعالیٰ سے تقرب کے علاوہ کسی اور چیز کی نیت کی اور غیر اللہ سے اس عمل کی جزا کی درخواست کی تو وہ نیت وارادہ کا شرک ہے۔

اخلاص: اخلاص کا مطلب ہے کہ اپنے تمام اعمال، افعال، ارادہ ونیت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کو خالص کیا جائے، یہی چیز حنیفیت یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے، جس کو اختیار کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر بندے کو دیا ہے، اس لیے کہ اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں۔ یہی حنیفیت اسلام کی حقیقت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ (آل عمران : ۸۵)

’’اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔‘‘

یہی حنیفیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے، لہٰذا جو بھی اس سے اعراض کرے گا وہ دنیا کا سب سے بڑا خسارہ پانے والا ہوگا۔

شرک اکبر اور اصغر میں فرق:

مذکورہ بالا باتوں سے یہ چیز صاف طور پر واضح ہوگئی کہ شرک اکبر اور شرک اصغر کے مابین بڑا فرق ہے، جیسے:

شرک اکبر سے ایک مسلمان ملت اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور شرک اصغر سے ملت اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

نہیں ہوتا، اگر وہ جہنم میں گیا بھی تو زیادہ دن نہیں رکھا جائے گا۔

شرک اکبر تمام اعمال کو ختم کر دیتا ہے اور شرک اصغر تمام اعمال کو برباد نہیں کرتا۔

شرک اکبر مشرک کے مال و دولت کو مباح قرار دیتا ہے جب کہ شرک اصغر میں ایسا نہیں ہے۔

فصل سوم

کفر اور اس کی اقسام

کفر کیا ہے؟ لغوی اعتبار سے کفر کے معنیٰ ڈھانپنے اور چھپانے کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں ایمان کی ضد کو کفر کہتے ہیں۔ یعنی اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان نہ لانے کو کفر کہا جاتا ہے، چاہے اس میں تکذیب (جھٹلانا) پائی جائے یا نہ پائی جائے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ شک و شبہ، اعراض و حسد، کبر و نخوت اور خواہشات نفس کی پیروی وغیرہ سے بھی اس حکم میں کوئی فرق نہیں پڑتا اگرچہ جھٹلانے والا سب سے بڑا کافر ہے۔ اسی زمرہ میں وہ منکر اور جھٹلانے والا آتا ہے جو دل میں رسالت پر یقین رکھنے کے باوجود محض حسد کی وجہ سے کفر کو گلے لگائے رہتا ہے۔

کفر کی اقسام

کفر کی دو قسمیں ہیں، کفر اکبر اور کفر اصغر

کفر اکبر

کفر اکبر سے مراد وہ کفر ہے جو مسلمان کو دائرۂ اسلام سے نکال دیتا ہے۔ اس کی پانچ قسمیں ہیں:

❀ تکذیب:

تکذیب یعنی جھٹلانا کفر اکبر کی پہلی قسم ہے، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

﴿ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴾ (العنكبوت : ٦٨)

''اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا؟ جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا جب حق بات اس کے پاس آئے تو اس کی تکذیب کرے؟ کیا کافروں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے؟''

❀ تکبر و انکار:

تکبر اور انکار بھی کفر اکبر کی ایک قسم ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

﴿ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ (البقرة : ٣٤)

''اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے لیے سجدہ کرو تو وہ سب سجدے میں گر پڑے مگر شیطان نے انکار کیا اور غرور میں آ کر کافر بن گیا۔''

❀ شک وشبہ:

کفر اکبر کی ایک قسم شک و شبہ ہے، اسے کفر ظن (گمان) بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی دلیل یہ فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَ دَخَلَ جَنَّتَهٗ وَ هُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۝ وَّ مَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّ لَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَ هُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۝ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَ لَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴾ (الكهف : ٣٥-٣٨)

''اور (وہ ایسی شیخیوں سے) اپنے حق میں ظلم کرتا ہوا اپنے باغ میں داخل ہوا، کہنے لگا کہ میں نہیں خیال کرتا کہ یہ باغ کبھی تباہ ہوگا اور نہ میں یہ خیال کرتا ہوں

کہ کبھی قیامت برپا ہوگی اور اگر میں اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا بھی جاؤں تو وہاں ضرور اس سے اچھی جگہ پاؤں گا۔ تو اس کا دوست جو اس سے گفتگو کر رہا تھا، کہنے لگا: کیا تم اس (اللہ) سے کفر کرتے ہو؟ جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر تمھیں پورا مرد بنایا مگر میں تو یہ کہتا ہوں کہ اللہ ہی میرا پروردگار ہے اور میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔''

اعراض:

حق بات سے اعراض کرنا بھی کفر اکبر ہی میں داخل ہے۔ اس کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ﴾ (الاحقاف : ۳)

''اور کافروں کو جس چیز کی نصیحت کی جاتی ہے اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔''

نفاق:

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴾ (المنافقون : ۳)

''یہ اس لیے کہ یہ (پہلے تو) ایمان لائے پھر کافر ہوگئے تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی سو اب یہ سمجھتے ہی نہیں۔''

کفر اصغر

کفر اصغر سے ایک مسلمان دائرۂ اسلام سے نہیں نکلتا، اس کفر کو عملی کفر کہا جاتا ہے جیسے کفر نعمت، کلام پاک میں اس کی مثال یوں بیان کی گئی ہے:

﴿ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ

كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ ﴾ (النحل : ١١٢)

''اور اللہ ایک بستی کی مثال بیان فرماتا ہے کہ وہ (ہر طرح کے) امن و چین سے بستی تھی۔ ہر طرف سے رزق با فراغت چلا آتا تھا مگر ان لوگوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی۔''

◎ مسلمان کا مسلمان سے جنگ و جدال بھی اس میں داخل ہے، ارشاد نبوی ہے:

((سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَ قِتَالُهٗ كُفْرٌ))①

''مسلمان کو سب و شتم کرنا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔''

◎ نیز فرمایا:

((لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ))②

''میرے بعد تم پھر کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔''

◎ اس میں غیر اللہ کی قسم بھی داخل ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ اَوْ اَشْرَكَ))③

''جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔''

کبیرہ گناہ کا مرتکب بھی مومن ہے:

◎ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے کبیرہ گناہ کے مرتکب کو مومن کہا ہے، آیت کریمہ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی ﴾

---

① بخاری، کتاب الإیمان، باب خوف المؤمن من أن یحبط عمله وهو لا یشعر : ٤٨۔

② بخاری، کتاب العلم، باب الإنصات للعلماء : ١٢١۔

③ ترمذی، کتاب النذور والأیمان باب ماجاء فی أن من حلف بغیر الله فقد أشرك : ١٥٣٥۔

(البقرۃ : ۱۷۸)

''مومنو! تم کو مقتولوں کے بارے میں قصاص (یعنی خون کے بدلے خون) کا حکم دیا جاتا ہے۔''

یہاں قاتل کو مومنوں کے زمرہ سے الگ نہیں کیا گیا بلکہ اس کو قصاص کے ولی کا بھائی بتایا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ﴾ (البقرۃ : ۱۷۸)

''اور اگر قاتل کو اس کے (مقتول) بھائی (کے قصاص میں) سے کچھ معاف کر دیا جائے تو (وارث کو) پسندیدہ طریق سے (قرارداد کی) پیروی (مطالبہ خون بہا) کرنا چاہیے اور (قاتل کو) خوش خوئی کے ساتھ ادا کرنا چاہیے۔''

بلاشبہ بھائی سے مراد یہاں دینی بھائی ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَ اِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ﴾ (الحجرات : ۹)

''اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔''

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ﴾ (الحجرات : ۱۰)

''مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں، تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو۔''

کفر اکبر و کفر اصغر میں مختصراً فرق

❶ کفر اکبر ایک مسلمان کو ملت اسلامیہ کے دائرہ سے نکال دیتا ہے اور اس کے سارے اعمال ختم کر دیتا ہے جبکہ کفر اصغر ایک مسلمان کو دائرۂ اسلام سے نہیں نکالتا اور نہ اس کے سارے اعمال ہی برباد کرتا ہے۔ ہاں اس میں نقص ضرور پیدا کر دیتا ہے۔

❷ کفرِ اکبر صاحب کفر کو ہمیشہ کے لیے جہنم رسید کر دیتا ہے جب کہ کفرِ اصغر صاحب کفر کو ہمیشہ کا جہنمی نہیں بناتا۔ اللہ تعالیٰ اسے معاف کر کے اس کو بالکل ہی جہنم سے بچا سکتا ہے۔

❸ کفرِ اکبر سے صاحب کفر کا جان و مال مباح ہو جاتا ہے جب کہ کفرِ اصغر اس کی جان و مال کو مباح نہیں کرتا۔

❹ کفرِ اکبر کی وجہ سے صاحب کفر اور مومنوں کے درمیان اصلی عداوت و دشمنی لازمی ہے، لہٰذا مومنوں کے لیے صاحب کفرِ اکبر سے محبت و دوستی چاہے وہ کتنا ہی قریبی ہو، جائز نہیں۔ جہاں تک کفرِ اصغر کی بات ہے تو اس کی وجہ سے صاحب کفرِ اصغر سے دوستی کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس کے ایمان کی مقدار کے برابر ان سے محبت و دوستی کی جا سکتی ہے اور اس کے کفر و عصیان کی مقدار کے برابر اس سے بغض و دشمنی رکھی جا سکتی ہے۔

فصل چہارم

نفاق کی پہچان

نفاق کیا ہے؟

لغت کے اعتبار سے لفظ نفاق فعل نافق کا ایک مصدر ہے۔کہا جاتا ہے نافق، ینافق، نفاقاً ومنافقة۔ یہ لفظ ”اَلتافِقَاء“ سے ماخوذ ہے جو گوہ کے بل کے خفیہ منہ کو کہتے ہیں کیونکہ گوہ کے بارے میں مشہور ہے کہ جب اسے بل کے ایک منہ سے تلاش کیا جاتا ہے تو وہ دوسرے منہ سے نکل جاتی ہے۔

یہ بھی کہا گیا کہ وہ لفظ نفق سے ماخوذ ہے جو ان بلوں کو کہتے ہیں جن میں گوہ چھپی رہتی ہے۔

شرعی اصطلاح میں نفاق کے معنیٰ ہیں ”اسلام و خیر کا اظہار کرنا اور کفر و شر کو اندر چھپائے رکھنا۔“ اسے نفاق اس لیے کہا گیا کہ منافق ایک دروازہ سے شریعت میں داخل ہوتا ہے تو دوسرے سے نکل جاتا ہے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ فرمائی گئی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ (التوبة : ٦٧)

”بے شک منافق نافرمان ہیں۔“

فاسقوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو دائرۂ شریعت سے نکلے ہوئے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو کافروں سے بھی برا قرار دیا ہے۔آیت کریمہ ہے:

﴿ اِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ فِی الدَّرۡكِ الۡاَسۡفَلِ مِنَ النَّارِ ﴾ (النساء : ١٤٥)

''کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔''

مزید ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ یُخٰدِعُوۡنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمۡ ﴾ (النساء : ١٤٢)

''بے شک منافق (ان چالوں سے اپنے نزدیک) اللہ کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اسے کیا دھوکا دیں گے؟) وہ انھی کو دھوکے میں ڈالنے والا ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں فرمایا:

﴿ یُخٰدِعُوۡنَ اللّٰهَ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ مَا یَخۡدَعُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَ مَا یَشۡعُرُوۡنَ ○ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَّ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ بِمَا کَانُوۡا یَکۡذِبُوۡنَ○ ﴾ (البقرة : ٩۔١٠)

''یہ (اپنے خیال میں) اللہ کو اور مومنوں کو چکما دیتے ہیں مگر (حقیقت میں) اپنے سوا کسی کو چکما نہیں دیتے اور وہ اس سے بے خبر ہیں۔ ان کے دلوں میں (کفر کا) مرض تھا، اللہ نے ان کا مرض اور زیادہ کر دیا اور ان کے جھوٹ بولنے کے سبب ان کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔''

نفاق کی اقسام

نفاق کی دو قسمیں ہیں: اعتقادی نفاق اور عملی نفاق۔

اعتقادی نفاق:

یہی نفاق اکبر ہے، جس میں ایک منافق بظاہر اسلام کی نمائش کرتا ہے لیکن اپنے اندر کفر کو چھپائے رکھتا ہے، اس طرح کے نفاق سے آدمی نہ صرف کلی طور پر دین سے خارج ہو جاتا ہے بلکہ وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں بھی پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام برے اوصاف سے انہیں متصف کیا ہے، کبھی کافر کہا، کبھی بے ایمان کہا، کبھی دین اور دین داروں کے ساتھ مذاق اڑانے والے سے تعبیر کیا۔ ان کی بری صفات بیان کرتے وقت کہا گیا کہ یہ ہمہ تن دشمنان دین اسلام کی طرف جھکے رہتے ہیں، اس لیے کہ ان کی اسلام دشمنی بھی ان دشمنوں سے کم نہیں ہوتی، منافقین ہر زمانہ میں پائے جاتے ہیں، خاص طور پر ایسے زمانہ میں جب اسلام کی قوت و شوکت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے، چونکہ یہ ظاہری طور پر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے لہٰذا یہ اس کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم بھی اس میں داخل ہیں تاکہ اندر رہ کر اسلام اور اہل اسلام کے خلاف سازش کی جا سکے، تاکہ مسلمانوں سے مل کر رہنے کا موقع ملے اور اپنے جان و مال کی حفاظت ہو سکے۔ لہٰذا ایک منافق بظاہر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان کا اعلان کرتا ہے لیکن اندرونی طور پر ان چیزوں سے عاری ہوتا ہے بلکہ ان حقائق کو جھٹلاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے نہ اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندہ پر اپنا کلام پاک نازل فرمایا

ہے اور اس کو رسول بنایا ہے تا کہ وہ رسول اس کی اجازت سے لوگوں کو ہدایت کرے، اس کی گرفت سے باخبر کرے اور اس کے عذاب سے ڈرائے، اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں ان منافقوں کے پردہ کو فاش فرمایا ہے اور ان کے باطنی راز کو کھول دیا ہے اور اپنے بندوں پر ان کے معاملہ کو ظاہر کر دیا ہے تا کہ وہ بھی نفاق اور اہل نفاق سے ڈرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی ابتدا میں لوگوں کے تین طبقوں کا تذکرہ کیا ہے، مومنین، کفار اور منافقین۔ مومنوں کے سلسلہ میں چار آیتیں نازل ہوئیں، کافروں سے متعلق دو آیتیں جبکہ منافقین کے بارے میں تیرہ آیتیں اتریں اور یہ صرف منافقوں کی کثرت، لوگوں میں نفاق کے پھیلنے اور اسلام اور اہل اسلام کے لیے عظیم فتنہ ثابت ہونے کی وجہ سے ہے۔ منافقوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے اسلام کو بہت سے مصائب جھیلنے پڑے ہیں، اس لیے کہ یہ اسلام کے حقیقی اور کٹر دشمن ہونے کے باوجود اسلام کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اسلام کے حلیف و مددگار سمجھے جاتے ہیں، دین میں نئے نئے طریقے نکالتے ہیں لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ دین میں علم و اصلاح کی باتیں کرتے ہیں جبکہ حقیقت میں وہ اصلاح نہیں ہوتی غایت درجہ کی جہالت اور دین کے چہرہ کو مسخ کرنا ہوتا ہے۔

اعتقادی نفاق کی اقسام:

اعتقادی نفاق کی چھ قسمیں:

1. رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانا۔
2. رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے بعض حصہ کو جھٹلانا۔
3. رسول اللہ ﷺ سے بغض رکھنا۔
4. رسول اللہ ﷺ کی لائی شریعت سے بغض رکھنا۔
5. رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کے زوال سے خوش ہونا۔

6 رسول اللہ ﷺ کے دین کے غلبہ و بالا دستی سے تکلیف اور رنج و غم میں مبتلا ہونا۔

❀ عملی نفاق:

اس سے مراد دل میں ایمان کے ساتھ ساتھ منافقوں کے اعمال میں سے کچھ کا ارتکاب کرنا ہے۔ اس نفاق سے آدمی ملت اسلامیہ کے دائرہ سے تو نہیں نکلتا لیکن اسلام کے دائرہ سے نکلنے کا راستہ ہموار کرتا ہے۔ ایسے شخص میں ایمان و نفاق دونوں ہوتے ہیں جب نفاق کا پلڑا بھاری ہوتا ہے تو وہ خالص منافق ہو جاتا ہے۔ اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

((اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَ مَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا، إِذَا أُوْتُمِنَ خَانَ وَ إِذَا حَدَّثَ كَذِبَ وَ إِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَ إِذَا خَاصَمَ فَجَرَ))[1]

''چار چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس کے اندر ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس کے اندر ان میں سے ایک ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ جب امانت سونپی جائے تو خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب عہد کرے تو بدعہدی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ پر اتر آئے۔''

لہٰذا جس شخص میں یہ چاروں خصلتیں جمع ہو جائیں اس کے اندر ساری برائیاں جمع ہو جاتی ہیں اور اس کے اندر منافقین کی ساری صفات اکٹھی ہو جاتی ہیں اور جس کے اندر ان میں سے ایک ہو اس کے اندر نفاق کی ایک عادت ہوتی ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کے اندر کچھ اچھی خصلتیں ہوتی ہیں اور کچھ بری خصلتیں، کچھ ایمانی خصلتیں ہوتی ہیں اور کچھ کفر

---

1 بخاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق: ٣٤۔

و نفاق کی خصلتیں اور وہ اپنے اچھے برے عمل کے اعتبار سے ثواب و عقاب کا مستحق ہوتا ہے، نفاق عملی میں جماعت کے ساتھ نماز میں سستی بھی داخل ہے، اس لیے کہ یہ منافقین کی صفات میں سے ہے، نفاق بہت بری اور خطرناک چیز ہے، یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نفاق سے بہت زیادہ ڈرتے رہتے تھے۔ حضرت ابن ابی ملیکہ کا کہنا ہے کہ میں نے تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے اور سب کو اپنے بارے میں نفاق سے ڈرتے ہوئے پایا ہے۔

نفاق اکبر اور نفاق اصغر میں فرق

❶ نفاق اکبر ایک مسلمان کو دائرۂ اسلام سے باہر کر دیتا ہے جب کہ نفاق اصغر کسی مسلمان کو دائرۂ اسلام سے باہر نہیں کرتا۔

❷ نفاق اکبر میں اعتقاد کے اندر ظاہر و باطن میں اختلاف ہوتا ہے اور نفاق اصغر میں عقیدہ و اعتقاد کے بجائے اعمال کے اندر ظاہر و باطن میں اختلاف ہوتا ہے۔

❸ نفاق اکبر کسی مومن سے صادر نہیں ہو سکتا لیکن نفاق اصغر بندہ مومن سے صادر ہو سکتا ہے۔

❹ صاحب نفاق اکبر عموماً توبہ نہیں کر پاتا اور اگر توبہ کر بھی لے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی قبولیت کے سلسلہ میں اختلاف ہے جب کہ صاحب نفاق اصغر کو عموماً توبہ کی توفیق مل جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول بھی کر لیتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اکثر و بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ ایک مومن بندہ نفاق کے کسی جز میں مبتلا ہو جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ کبھی اس کے دل میں ایسی چیز آ جاتی ہے جس سے نفاق لازم آتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس چیز کو اس کے دل سے زائل فرما دیتا ہے۔''

مومن بندہ کو کبھی شیطان کے وساوس اور کبھی کفر کے وساوس سے پالا پڑتا ہے، جس

سے اس کے دل میں گھٹن پیدا ہوتی ہے جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا تھا کہ اے اللہ کے رسول! ہم میں سے بعض اپنے دل میں ایسی چیز محسوس کرتے ہیں کہ اس کے بیان کرنے سے ہم آسمان سے زمین پر گر کر مر جانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ ایمان کی کھلی ہوئی نشانی ہے۔''①

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

''وہ اپنے دل کی بات کو زبان سے بولنا بہت ہی عظیم و خطرناک سمجھتے ہیں۔'' یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کی ہزار ہزار تعریف کہ اس نے ایک سازش کو وسوسہ میں بدل دیا۔''②

یعنی اس کی کراہیت کے باوجود اس طرح کے وسوسہ کا آ جانا پھر اس کو اپنے دل سے زائل کرنا ایمان کی صریح دلیل ہے۔

اور جہاں تک نفاق اکبر کا تعلق ہے تو اس میں مبتلا لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴾ (البقرة : ١٨)

''(یہ) بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں کہ (کسی طرح سیدھے راستے کی طرف) لوٹ ہی نہیں سکتے۔''

یعنی وہ باطنی طور پر اسلام کی طرف نہیں لوٹیں گے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ

---

① مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الوسوسة فی الإیمان و ما یقوله من وجدها : ١٣٢۔

② ابوداؤد، کتاب الأدب ، باب فی رد الوسوسة (٥١١٢) نسائی فی السنن الکبریٰ: ١٠٥٠٣۔ حافظ ابن حجر رحمه الله نے اس کی سند کو صحیح کہا ھے جبکه شیخ البانی رحمه الله نے اسے ضعیف کہا ھے۔ دیکھیے : هدایة الرواة : ٨٧/١۔

تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَوَ لَا یَرَوْنَ اَنَّھُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَّرَّۃً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَ لَا ھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ ○ ﴾ (التوبة: ۱۲٦)

''کیا یہ دیکھتے نہیں کہ یہ ہر سال ایک یا دو بار مصیبت میں پھنسا دیے جاتے ہیں پھر بھی توبہ نہیں کرتے اور نہ نصیحت پکڑتے ہیں۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بظاہر ان کی توبہ قبول ہونے کے سلسلہ میں علما کا اختلاف ہے، اس لیے کہ ان کی اندرونی حالت کا پتا چلانا بہت مشکل ہے اس لیے کہ وہ تو ہمیشہ اسلام ہی کا اظہار کرتے ہیں۔''[1]

[1] مجموع الفتاوی: ۲۸/۴۳۴، ۴۳۵۔

فصل پنجم

جاہلیت کی پہچان اور اس کی اقسام

جاہلیت:

''اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور دین وشریعت سے ناواقفیت، حسب ونسب پر بے جا فخر وتکبر اور غرور کی جس حالت میں عرب کے لوگ اسلام سے پہلے مبتلا تھے، اس حالت کو جاہلیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔''[1]

جاہلیت جہل سے ماخوذ ہے، جو علم کی ضد یا اتباع علم کی ضد ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر کسی کو حق کا علم نہیں تو وہ جہل بسیط میں مبتلا ہے اور اگر اس کا اعتقاد حق کے خلاف ہے تو وہ جہل مرکب میں مبتلا ہے اور اگر کوئی حق کا علم رکھتے ہوئے حق کے خلاف بات کرتا ہے، یا حق کے علم کے بغیر حق کے برخلاف بات کرتا ہے تو وہ بھی جاہل ہے یہ واضح ہو جانے کے بعد معلوم ہوا کہ بعثت نبوی سے پہلے لوگ ایسی جاہلیت میں تھے جو مکمل طور پر جہل کی طرف منسوب ہے کہ یہ سارے اقوال و اعمال کسی جاہل کے ایجاد کردہ تھے اور جاہل لوگ بجالاتے تھے۔

اسی طرح ہر وہ چیز جو انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی شریعتوں کے خلاف ہے اگر وہ اسلام سے پہلے کی بات ہے تو اس زمانہ میں اس زمانہ کی شریعت (یہودیت ونصرانیت) کے خلاف

---

1. النهاية لابن الأثير: ١/٣٢٣۔

جو چیز تھی وہ جاہلیت تھی، اسے جاہلیت عامہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد یہ جاہلیت عام نہیں ہے بلکہ کہیں ہوگی، کہیں نہیں ہوگی جیسے کہ دیار کفر و شرک کی جاہلیت ہے۔ اسی طرح یہ افراد میں ہوگی جماعت میں نہیں، کسی شخص کے قبول اسلام سے پہلے کی زندگی کو ہم جاہلیت سے تعبیر کر سکتے ہیں، چاہے وہ دیار اسلام ہی میں کیوں نہ ہو، لیکن زمان مطلق کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد جاہلیت عامہ نہ ہوگی، اس لیے کہ اب قیامت تک ہر زمانہ میں امت محمدیہ کی ایک جماعت حق پر قائم ہوگی لیکن جاہلیت مقیدہ (مخصوصہ) اب بھی بعض مسلم ملکوں میں اور بہت سے مسلمانوں میں پائی جا سکتی ہے، جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((أَرْبَعٌ فِيْ أُمَّتِيْ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ))[1]

''میری امت میں چار چیزیں جاہلیت کی نشانی ہیں۔''

ایک مرتبہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((اِنَّكَ إِمْرَؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ))[2]

''تم میں ابھی تک جاہلیت کی بو موجود ہے۔''

خلاصۂ کلام

جاہلیت کی نسبت جہل کی طرف ہے جو عدم علم کا دوسرا نام ہے، اس کی دو قسمیں ہیں:

1. جاہلیت عامہ: اس سے مراد بعثت نبوی ﷺ سے ماقبل کا زمانہ اور حالت ہے جو بعثت نبوی کی وجہ سے ختم ہو چکی ہے۔
2. جاہلیت خاصہ: یہ جاہلیت ہمیشہ کی طرح اب بھی بعض ملکوں، بعض شہروں اور بعض

---

1. مسلم، کتاب الجنائز، باب التشدید فی النیامة: ٩٣٤۔
2. کتاب الایمان، باب المعاصی من امر الجاھلیة ولا یکفر صاحبھا۔

افراد میں باقی ہے۔ اس سے ان لوگوں کی غلطی کھل کر سامنے آ جاتی ہے جو جاہلیت کو اس زمانہ تک عام کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں اس صدی کی جاہلیت یا اس جیسے دوسرے جملے، جب کہ صحیح جملہ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ اس صدی کے بعض لوگوں کی جاہلیت یا اس صدی کے اکثر لوگوں کی جاہلیت۔ جہاں تک عمومیت کا مسئلہ ہے تو یہ صحیح نہیں اور نہ جائز ہی ہے اس لیے کہ بعثت نبوی کی وجہ سے یہ عام جاہلیت ختم ہو چکی ہے۔

فسق اور اس کی اقسام

فسق کیا ہے؟

لغت میں فسق کے معنیٰ ''نکلنے'' کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں فسق سے مراد ہے ''اطاعت الٰہی سے نکلنا'' اس میں کلی طور پر نکلنا بھی شامل ہے۔ لٰہذا کافر کو بھی فاسق کہہ دیا جاتا ہے، اسی طرح اس سے جزوی طور پر نکلنا بھی مراد لیتے ہیں۔ لٰہذا ایک مومن سے اگر کوئی کبیرہ گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو اسے فاسق کہہ دیا جاتا ہے۔

فسق کی قسمیں

دائرہ اسلام سے خارج کر دینے والا فسق:

وہ فسق جس سے آدمی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، اسے کفر بھی کہتے ہیں، لٰہذا کافر کو بھی فاسق کہہ دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے تذکرہ میں فرمایا:

﴿ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ﴾ (الکھف : ٥٠)

''تو وہ اپنے پروردگار کے حکم سے باہر ہو گیا۔''

اس فسق کے ذریعہ ابلیس نے دراصل کفر کیا تھا، اللہ تعالیٰ کا اس ضمن میں یہ بھی ارشاد ہے:

﴿ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰهُمُ النَّارُ ﴾ (السجدۃ : ٢٠)

''اور جنھوں نے نافرمانی کی، ان کے رہنے کے لیے دوزخ ہے۔''

اس سے مراد کفار ہیں، اس کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كُلَّمَآ اَرَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَ قِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِىْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴾ (السجدة : ٢٠)

"جب چاہیں گے کہ اس میں سے نکل جائیں تو اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ دوزخ کے جس عذاب کو تم جھوٹ سمجھتے تھے اس کے مزے چکھو۔"

فسق جو دائرہ اسلام سے خروج کا سبب نہیں:

گناہ گار مسلمان کو بھی فاسق کہہ دیا جاتا ہے لیکن اس کا فسق اسے اسلام سے نہیں نکالتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ﴾

(النور : ٤)

"اور جو لوگ پرہیز گار عورتوں پر بدکاری کا الزام لگائیں اور اس پر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی (٨٠) درے مارو اور کبھی ان کی شہادت قبول نہ کرو اور یہی بدکردار ہیں۔"

نیز فرمایا:

﴿ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ﴾ (البقرة : ١٩٧)

"تو جو شخص ان مہینوں میں حج کی نیت کرے تو حج (کے دنوں) میں نہ عورتوں سے اختلاط کرے، نہ کوئی برا کام کرے اور نہ کسی سے جھگڑے۔"[1]

علمائے کرام نے فسق کی تفسیر میں اس کے معنیٰ عاصی و گناہ گار کے بتائے ہیں۔

[1] کتاب الایمان للامام ابن تیمیه : ۲۷۸۔

ضلالت

ضلالت کیا ہے؟ ضلالت: ''صراط مستقیم سے ہٹ جانے کو'' کہتے ہیں یہ ہدایت کی ضد ہے، آیت کریمہ ہے:

﴿ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ﴾ (بنی اسرائیل : ١٥)

''جو شخص ہدایت اختیار کرتا ہے تو اپنے لیے اختیار کرتا ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے تو گمراہی کا ضرر بھی اسی کو ہوگا۔''

ضلالت کے متعدد معانی:

❶ اس کا اطلاق کفر پر بھی ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴾ (النساء : ١٣٦)

''اور جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں اور روز قیامت سے انکار کرے وہ راستے سے بھٹک کر دور جا پڑا۔''

❷ کبھی اس کا اطلاق شرک پر بھی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴾ (النساء : ١١٦)

''اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک بنایا وہ رستہ سے دور جا پڑا۔''

❸ کبھی اس کا اطلاق اس مخالفت پر بھی ہوتا ہے، جس سے کفر لازم نہیں آتا، جیسے کہا جاتا ہے، فرق ضالہ، یہاں ضالہ سے مراد مخالفہ ہے۔

❹ غلطی پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول قرآن میں یوں بیان ہوا ہے:

﴿ قَالَ فَعَلْتُهَا إِذًا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ ﴾ (الشعراء : ٢٠)

''(موسیٰ نے) کہا کہ (ہاں) وہ حرکت مجھ سے ناگہاں سرزد ہوئی تھی اور میں خطا کاروں میں تھا۔''

❺ کبھی نسیان و بھول پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَنْ تَضِلَّ إِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدٰهُمَا الْأُخْرٰى ﴾ (البقرة : ٢٨٢)

''ایک بھول جائے گی تو دوسری اسے یاد دلا دے گی۔''

❻ ضلال کا اطلاق کبھی غائب ہونے اور گم ہونے پر بھی ہوتا ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں:

''ضالۃ الابل'' یعنی گمشدہ اونٹ [1]

❁ ... ❁ ... ❁

❶ المفردات للراغب ٢٩٧-٢٩٨-

ارتداد

ارتداد کیا ہے؟ لغت میں ارتداد (رجوع یعنی) پلٹنے کو کہتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ ﴾ (المائدة : ٢١)

''اور دیکھنا مقابلے کے وقت پیٹھ نہ پھیرنا۔''

فقہی اصطلاح میں ارتداد کہتے ہیں: ''اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کرنے کو۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ﴾ (البقرة : ٢١٧)

''اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر (کر کافر ہو) جائے گا اور کافر ہی مرے گا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہو جائیں گے اور یہی لوگ دوزخ (میں جانے) والے ہیں جس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

ارتداد کی اقسام

نواقض اسلام کے کسی نقض کے ارتکاب سے یہ ارتداد لازم آتا ہے اور نواقض کی چار

قسمیں ہیں:

قولی ارتداد:

جیسے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول، اس کے فرشتوں یا گزشتہ انبیاء میں سے کسی نبی کو سب وشتم کرنا، یا علم غیب کا دعویٰ کرنا، یا نبوت کا دعویٰ کرنا، یا جو نبوت کا دعویٰ کرے اس کی تصدیق کرنا، یا غیر اللہ سے دعا کرنا، اس سے مدد چاہنا جب کہ اس پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی قادر نہیں، یا پھر کسی معاملہ میں غیر اللہ سے پناہ مانگنا وغیرہ۔

عملی ارتداد:

اس کی مثال بت، شجر و حجر، مزار و مقابر کو سجدہ کرنا، اس کے لیے قربانی کرنا، گندی جگہوں پر قرآن مجید رکھنا، جادوگری، اس کو سیکھنا اور سکھانا، اللہ تعالیٰ کی نازل شدہ شریعت کے علاوہ دوسرے قوانین کے مطابق فیصلہ دینا اور شریعت کے علاوہ انسانی قانون ہی کو مسئلہ کا حل سمجھنا وغیرہ۔

اعتقادی ارتداد:

جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی شرکت کا اعتقاد یا پھر اس کا اعتقاد کہ زنا، شراب اور سود حلال ہے یا پھر روٹی حرام ہے یا نماز واجب نہیں، اس طرح کی وہ تمام چیزیں جن کی حلت یا حرمت یا وجوب پر امت کا قطعی اجماع ہے اور اس سے کوئی شخص ناواقف نہیں ہے۔

ارتداد بوجہ شک:

کسی ایسی چیز میں شک کے ذریعہ ارتداد کا مرتکب ہونا جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے جیسے شرک کی حرمت میں شک کرنا، زنا و شراب کی حرمت میں شک کرنا، یا روٹی کی حلت میں شک کرنا، یا رسول اللہ ﷺ کی رسالت یا دیگر انبیاء میں سے کسی کی رسالت پر شک کرنا یا ان کی سچائی پر شک کرنا، یا مذہب اسلام میں شک کرنا، یا موجودہ دور میں اس کے

قابل تنفیذ ہونے پر شک کرنا وغیرہ۔

مرتد کے احکام

❶ مرتد کو توبہ کی دعوت دی جائے گی، اگر تین دن کے اندر توبہ کر لے اور اسلام کو گلے سے لگا لے تو اس کی توبہ قابل قبول سمجھی جائے گی اور اسے چھوڑ دیا جائے گا۔

❷ اور اگر توبہ کرنے سے انکار کرے تو اس کا قتل واجب ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ)) [1]

"جو اپنے دین سے پھر جائے اسے قتل کر دو۔"

❸ توبہ کی طرف دعوت کے دوران اس کو اپنے مال پر تصرف نہیں کرنے دیا جائے گا اگر دوبارہ اسلام قبول کر لے تو وہ مال اسی کا ہوگا بصورت دیگر یہ مال مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا اور یہ اس صورت میں ہوگا جب کہ ارتداد پر ہی اس کی موت یا قتل ہو، بعض لوگوں کا تو کہنا ہے کہ مرتد ہوتے ہی اس کے مال و دولت کو مسلمانوں کے کام میں لگا دیا جائے گا۔

❹ مرتد کی وراثت ختم ہو جائے گی یعنی اس کے اقارب اس کے وارث ہوں گے اور نہ وہ کسی کا وارث ہوگا۔

---

❶ بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب لا يعذب بعذاب الله : ٣٠١٧]

5 ارتداد کی حالت میں مرنے یا قتل ہونے کی صورت میں اس کو غسل نہیں دیا جائے گا، نہ اس پر جنازہ کی نماز ہی پڑھی جائے گی، مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا بھی نہیں جائے گا اور مسلم قبرستان کے علاوہ کسی دوسری جگہ مٹی کے نیچے ڈھانپ دیا جائے گا۔

توحید کے منافی اقوال و اعمال

فصل اول: علم غیب کا دعویٰ

فصل دوم: جادو، کاہن اور نجومی کا پیشہ

فصل سوم: مزارات پر نذر و نیاز، ہدیے اور ان کی تعظیم

فصل چہارم: مجسموں اور یادگار نشانیوں کی تعظیم

فصل پنجم: دین کا مذاق اڑانے اور مقدسات کی توہین کا حکم

فصل ششم: اللہ کی شریعت کی بجائے دوسرے قوانین کے مطابق فیصلہ دینا

فصل ہفتم: قانون سازی کس کا حق ہے؟

فصل ہشتم: ملحدانہ تحریکیں

فصل نہم: زندگی کے متعلق دنیاوی نظریہ

فصل دہم: جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے

فصل یاز دہم: غیر اللہ کی قسم، مخلوق کا وسیلہ اور دہائی

فصل اول

علم غیب کا دعویٰ

غیب کا مفہوم:

ماضی و مستقبل کی جو چیزیں لوگوں سے غائب اور پوشیدہ ہوں، یا آنکھوں سے اوجھل ہوں انھیں غیب کہا جاتا ہے۔

غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾

(النمل : ٦٥)

''کہہ دو کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں اللہ کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتے۔''

غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے:

وہ جسے چاہے غیب کی خبر دے دے۔

غیب کا علم صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ہے، پھر وہ اپنے اس غیبی علم میں سے اپنے انبیاء علیہم السلام اور رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے حکمت و مصلحت کی بنا پر عطا کرتا ہے۔آیت کریمہ ہے:

﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ﴾

(الجن : ٢٦۔٢٧)

''(وہی) غیب (کی باتیں) جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا،

(ہاں) جس کو پیغمبروں میں سے پسند فرمائے تو اس کو غیب کی باتیں بتا دیتا ہے۔''

یعنی غیبی امور میں سے کچھ کا علم صرف اسی کو عطا ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی رسالت کے لیے چن لیتا ہے، لہٰذا اس چنیدہ و برگزیدہ بندہ کو وہ جتنا چاہتا ہے علم غیب میں سے عطا کرتا ہے۔

اس لیے کہ ایک نبی کو معجزات کے ذریعہ اپنی نبوت کی دلیل پیش کرنی پڑتی ہے، انھی معجزات میں سے غیب کی خبر دینا بھی ہے، جس پر اللہ تعالیٰ اس کو مطلع فرماتا ہے، اس چیز میں اللہ تعالیٰ کے فرستادہ فرشتے اور انسان دونوں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔

کسی تیسری مخلوق کو غیب کا علم نہیں:

قرآن و حدیث کے واضح دلائل کی بنیادوں پر کہا جا سکتا ہے کہ کوئی تیسری مخلوق اس میں شریک نہیں ہوتی، لہٰذا انبیاء اور رسولوں کو چھوڑ کر اگر کسی کو کسی بھی وسیلہ وسبب کی بنا پر علم غیب کا دعویٰ ہے تو وہ جھوٹا اور کافر ہے، چاہے اس کا دعویٰ ہتھیلی پڑھ کر ہو، پیالی پڑھ کر یا پھر کہانت و جادو اور علم نجوم وغیرہ کے ذریعے۔ اس طرح کی چیزیں آج بہت سارے شعبدہ باز اور فریبی لوگوں کی طرف سے دیکھنے میں آ رہی ہیں جو عموماً گمشدہ چیزوں کے بارے میں خبر دینے کی کوشش کرتے ہیں، بعض امراض کے غلط اسباب وعلل بتاتے ہیں عموماً ایسے لوگوں کا کہنا ہوتا ہے: ''فلاں نے تم کو کچھ کر دیا ہے، اس کی وجہ سے تم بیمار پڑے ہو۔'' ایسا جن و شیاطین کی خدمت حاصل کرنے پر بھی ہوتا ہے، لیکن لوگوں کے سامنے اس کا اظہار کرتے ہیں کہ فلاں فلاں عمل کے ذریعہ یہ سب کچھ بتایا جا رہا ہے، اس طرح کی ساری چیزیں سراسر فریب و جھوٹ ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

''ہر کاہن کے پاس شیاطین میں سے ایک موکل ہوتا تھا جو اسے آسمان سے چرا

کر بہت سی پوشیدہ چیزوں کے بارے میں بتا دیتا تھا، اس میں بھی وہ سچ کے ساتھ جھوٹ ملا کر بتاتا تھا، ان میں سے بعض تو اپنے موکل کے سہارے مکہ، مدینہ، بیت المقدس اور دیگر مقامات مقدسہ تک اڑ کر چلے جاتے۔'' ①

آج کے شعبدہ بازوں کا حال:

غیب سے متعلق اس طرح کی خبر دہی علم نجوم کے ذریعہ بھی ہوتی ہے، اس میں فلک کے ستاروں کو دیکھ کر زمین کے حوادث پر استدلال کیا جاتا ہے، جیسے ہوا چلنے کے اوقات، بارش کا وقت، قیمتوں میں اتار چڑھاؤ وغیرہ، یہ وہ چیزیں ہیں جن کے بارے میں نجومیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ ستاروں کی گردش، ان کی چال و رفتار اور اجتماع وافتراق دیکھ کر معلوم کی جا سکتی ہیں، ان کا کہنا ہے ''جس نے فلاں ستارہ پر شادی کی تو اس کے ساتھ فلاں چیزیں پیش آئیں گی'' جس نے فلاں ستارہ کے وقت سفر کیا تو اس کو فلاں فلاں امور کا سامنا ہوگا'' فلاں فلاں ستارہ کے وقت جس کے ہاں پیدائش ہوئی اس کو برکت ونحوست میں سے فلاں فلاں چیزیں حاصل ہوں گی'' آج کل اخبارات اور رسائل و جرائد میں اس طرح کی واہیات چیزیں ستاروں اور ستاروں سے متعلق قسمت کے بارے میں خوب چھپ رہی ہیں۔

ہمارے یہاں گنوار، ان پڑھوں کے ساتھ ساتھ بعض پڑھے لکھے اور کمزور ایمان والے اس طرح کے نجومیوں کے پاس جاتے ہیں، ان سے اپنے مستقبل کے بارے میں معلوم کرتے ہیں، شادی سے متعلق بھی مستقبل کی باتیں معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جب کہ اس سلسلہ میں شریعت کا واضح بیان ہے کہ جو کوئی بھی علم غیب کا دعویٰ کرے گا یا دعویٰ کرنے والے کی تصدیق کرے گا وہ سراسر مشرک و کافر ہوگا۔ اس لیے کہ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی خاص صفات میں شرکت کا دعویٰ کرتا ہے، ستارے اللہ تعالیٰ کے مطیع وفرمانبردار

① مجموعة التوحید: ۷۹۷

مخلوق ہیں، ان کے بس میں کچھ بھی نہیں ہے، وہ نیک و بد فال یا موت و حیات کسی بھی چیز پر دلالت نہیں کرتے، یہ سب ان شیاطین کی حرکتیں ہیں جو آسمان کی خبریں چرانے کی کوشش کرتے ہیں۔

فصل دوم

جادوگر، کاہن اور نجومی کا پیشہ

یہ سارے اعمال اور امور حرام اور شیطان کے ایجاد کردہ ہیں جو عقیدہ میں خلل ڈالتے ہیں یا اس میں نقص پیدا کرتے ہیں، اس لیے کہ یہ چیزیں بغیر شرکیہ اعمال کے حاصل نہیں ہوتیں۔

سحر ایک شیطانی عمل:

سحر (جادو) ایک سفلی عمل ہے جس کے اسباب بہت ہی پوشیدہ و باریک ہوتے ہیں۔ اسے سحر اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ سفلی اعمال سے وجود میں آتا ہے، جسے ہماری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، سحر میں منتر، جھاڑ پھونک، کچھ کلمات، جڑی بوٹیاں اور دھونی وغیرہ سب شامل ہوتے ہیں، سحر کے وجود میں کوئی شک نہیں، بعض سحر دلوں پر اثر کرتا ہے اور بعض جسموں پر، جس کے اثر سے آدمی بیمار بھی پڑ جاتا ہے اور بعض مر بھی جاتے ہیں، اس سے میاں بیوی کے مابین تفریق بھی ہو جاتی ہے۔ سحر کا اثر اللہ تعالیٰ کی تقدیری و کائناتی اجازت سے ہے، یہ سراسر شیطانی عمل ہے۔

بعض لوگ تو سحر سیکھنے کے لیے شرک اور ارواح خبیثہ سے تقرب کے بہت سے مراحل طے کرتے ہیں پھر شرک کے ذریعہ ان ارواح خبیثہ کی خدمت حاصل کرتے ہیں، اسی لیے شریعت نے اس کا تذکرہ شرک کے ضمن میں کیا ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ، قَالُوْا وَ مَا هِيَ ؟ قَالَ الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ

وَالسِّحْرُ)) [1]

''سات مہلک چیزوں سے بچو، لوگوں نے سوال کیا: یہ سات چیزیں کیا ہیں؟ اے اللہ کے رسول! تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور سحر۔''

سحر دو اعتبار سے شرک میں داخل ہے۔

جادوگر شیاطین کا خادم ہے:

اس میں شیاطین کی خدمت کی جاتی ہے، شیاطین سے تعلق قائم کیا جاتا ہے، شیاطین کی خدمت میں ان کی محبوب و مرغوب چیزیں پیش کی جاتی ہیں تاکہ وہ جادوگر کی خدمت میں لگا رہے، جادو شیاطین کی تعلیمات میں سے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لٰکِنَّ الشَّیٰطِیْنَ کَفَرُوْا یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ﴾ (البقرة : ١٠٢)

''بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔''

جادوگر کا علم غیب کا دعویٰ:

اس کے شرک ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اس میں علم غیب کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کار ہونے کا بھی دعویٰ ہوتا ہے جو سراسر کفر و ضلالت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴾

(البقرة : ١٠٢)

''اور وہ جانتے تھے کہ جو شخص ایسی چیزوں (یعنی سحر اور منتر وغیرہ) کا خریدار ہوگا

---

[1] بخاری، کتاب الطب، باب الشرك والسحر من الموبقات : ٥٧٦٤۔

اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔‘‘

جب معاملہ ایسا ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سراسر کفر وشرک ہے جو عقیدہ کے خلاف ہے ، ایسی حرکتوں کا ارتکاب کرنے والے کا قتل واجب ہے۔ جیسے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے جادوگروں کو قتل کیا ہے ، آج کل لوگ جادو اور جادوگروں کے معاملہ میں سستی اور ڈھیل برتنے لگے ہیں بلکہ اسے اب ایسا فن شمار کر لیا گیا ہے جس پر لوگ فخر کرتے ہیں اور اصحاب فن کی ہمت افزائی کے لیے انھیں بڑے بڑے انعامات دیے جاتے ہیں۔ جادوگروں کے اعزاز میں محفلیں جمتی ہیں ، ہزاروں شائقین کو دعوت دے کر جادوگری دکھائی جاتی ہے، ان کے مابین مقابلے کرائے جاتے ہیں ، یہ ساری حرکتیں دین سے ناواقفیت اور عقیدہ کے معاملہ میں غفلت ولا پروائی کا نتیجہ ہیں جس سے کچھ کھلاڑیوں کو دین کے مسلمات سے کھیلنے کا موقع دیا جاتا ہے۔

کاہن اور نجومی کا پیشہ

کاہن اور نجومی کا علم غیب کا دعوٰی:

ان دونوں میں علم غیب اور غیبی امور سے واقفیت کا دعوٰی کیا جاتا ہے، جیسے آئندہ زمین میں کیا ہونے والا ہے؟ پھر اس کا کیا نتیجہ نکلے گا، گمشدہ چیز کہاں ہے؟ وغیرہ، ان سب امور میں شیاطین کی خدمت کی جاتی ہے، خاص طور پر ان شیاطین کی جو آسمانوں سے خبریں چراتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ○ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيمٍ ○ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَ اَكْثَرُهُمْ كَاذِبُوْنَ ﴾ (الشعراء: ۲۲۱-۲۲۳)

''(اچھا) میں تمھیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں؟ ہر جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں جو سنی ہوئی بات (اس کے کان میں) لا ڈالتے ہیں اور وہ اکثر جھوٹے ہیں۔''

یہ سب کچھ اس طرح ہوتا ہے کہ شیطان فرشتوں کی باتوں میں سے کچھ چوری چھپے سن لیتا ہے اور کاہن کے کان میں ڈال دیتا ہے پھر کاہن اس بات میں اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا کر بیان کرتا ہے اور لوگ اس ایک سچ بات کی وجہ سے اس کے سارے جھوٹ کو سچ مان لیتے ہیں، جب کہ علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے لہٰذا اگر کوئی دعوٰی کرتا ہے کہ کہانت یا دیگر ذرائع سے وہ اس علم میں اللہ تعالیٰ کا شریک ہے یا ایسا کہنے والے کی تصدیق کرتا ہے

تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے شریک کار کا اقرار کرتا ہے ، خود کہانت شرک سے خالی نہیں اس لیے کہ اس میں شیاطین کو اس کی محبوب چیزیں پیش کی جاتی ہیں ، یہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت میں شرک ہے، اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے علم میں مشارکت وشرکت کا دعویٰ کیا جاتا ہے ، یہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں بھی شرک ہے اس لیے کہ اس میں عبادت کے ذریعہ غیر اللہ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے۔

کاہن اور نجومی کی تصدیق کا حکم :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے :

((مَنْ أَتٰی کَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا یَقُوْلُ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ))①

''جو شخص کسی کاہن کے پاس آتا ہے اور اس کی تصدیق کرتا ہے تو دراصل جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا وہ اس کا منکر ہے۔''

آج اس طرف توجہ دینے اور لوگوں کو متوجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ جادوگر، کاہن اور عرّاف اور نجومی سب کے سب ہمارے عقیدہ سے کھیل رہے ہیں، جو اپنے کو اطبا کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں اور مریضوں کو غیر اللہ کے لیے نذر و نیاز اور قربانی کا حکم دیتے ہیں مثلاً فلاں فلاں صفت کا بکرا یا مرغا ذبح کیجیے یا پھر مریضوں کے لیے شرکیہ طلسم اور شیطانی تعویذ لکھتے ہیں ، پھر اس کو تختیوں میں محفوظ کر کے مریضوں کی گردنوں میں لٹکاتے ہیں یا گھر کے صندوق میں رکھواتے ہیں ، اس طرح بعض تو غیب کی خبر دینے والے اور گمشدہ چیزوں کا پتا بتانے والے کی حیثیت سے اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں پھر جاہل وگنوار لوگ اس کے پاس

---

① ابو داود، کتاب الکهانة والقطیر، باب فی الکهان : ٣٩٠٤۔ ترمذی : ١٣٥۔ ابن ماجة : ٦٣٩۔ ارواء الغلیل : ٢٠٠٦۔

آتے ہیں اور گمشدہ چیزوں سے متعلق ان سے پوچھتے ہیں تو یہ انھیں ان کی خبر دیتے ہیں یا اپنے شیطانی موکلوں کے ذریعہ حاضر کر دیتے ہیں۔ اسی طرح بعض حضرات صاحب کشف وکرامات اور ولی بن کر نمودار ہوتے ہیں، مثلاً آگ ان پر اثر نہیں کرتی اور نہ ہتھیار سے انھیں چوٹ لگتی ہے، کبھی کبھی یہ اپنے آپ کو گاڑی کے نیچے ڈال دیتے ہیں، اس کے علاوہ بہت طرح کی شعبدہ بازیاں دکھاتے ہیں جو دراصل جادو اور شیطانی اعمال ہوتے ہیں تاکہ لوگ فتنہ وفساد میں مبتلا ہوں یا پھر یہ سب خیالی اعمال ہیں جس کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ خفیہ حیلے ہیں، جو مہارت کے ساتھ لوگوں کو دکھائے جاتے ہیں، جیسے فرعون کے جادوگروں نے لاٹھی اور رسی کے جادو دکھائے تھے۔

ابن تیمیہ اور جادوگروں کا عجیب واقعہ:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بطحائی احمدی (رفاعی) جادوگروں کے ساتھ مناظرہ میں درج ہے:

”شیخ بطحائی رفاعی نے بلند آواز میں کہا: ہمارے ایسے ایسے احوال وکوائف ہیں۔ پھر خارق عادات چیزوں مثلاً آگ وغیرہ کے اثرات کے ازالہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ہمارے ان احوال کو تسلیم کیا جانا چاہیے، اس پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے غضبناک ہو کر بلند آواز میں شیخ رفاعی سے فرمایا:

میں دنیا کے مشرق ومغرب کے ہر احمدی سے کہنا چاہوں گا کہ انھوں نے آگ میں جو کچھ کیا بعینہ اسی چیز کو میں بھی کر سکتا ہوں اور اس میں جو جل جائے گا اس کو شکست کھانی پڑے گی بلکہ میں یہ بھی کہوں گا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور یہ اس وقت ہوگا جب ہمارے جسم سرکہ اور گرم پانی سے دھل دیئے جائیں گے، یہ سن کر امرائے سلطنت اور عام لوگوں نے ہم سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تو میں نے کہا کہ ان لوگوں کے کچھ حیلے بہانے ہیں جن کے ذریعہ یہ آگ میں گھس جاتے

ہیں مثلاً مینڈک کا تیل، ناریل کا چھلکا، اور طلق پتھر وغیرہ سے کچھ تیار کر کے جسم میں مل لیتے ہیں، یہ سن کر لوگوں نے شور مچایا، اس پر اس شخص نے آگ میں گھسنے کی اپنی قدرت کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم اور آپ کٹہرے میں لپیٹ دیے جائیں اور ہمارے جسموں کو ''کبریت'' سلائی سے مل دیا جائے، میں نے کہا: چلو ٹھیک ہے، پھر بار بار میں تقاضا کرتا رہا، اس پر اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ قمیص نکالے، میں نے کہا ابھی نہیں، یہاں تک کہ ہم گرم پانی اور سرکہ سے نہالیں پھر انھوں نے اپنی عادت کے مطابق اپنے وہم کا اظہار کیا اور کہا: جو امیر کو چاہتا ہے وہ لکڑی حاضر کرے، یا لکڑی کا گٹھا حاضر کرے، اس پر میں نے کہا: لکڑی لاتے لاتے دیر ہو جائے گی، لوگ منتشر ہو جائیں گے، اس سے اچھا ہے کہ ایک قندیل جلا دی جائے پھر میں بھی اور تم بھی دونوں اسی میں اپنی اپنی انگلیاں ڈالیں اور یہ عمل انگلیوں کو دھونے کے بعد ہوگا، اس پر جس کی انگلی جلے گی اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہوگی یا وہ مغلوب ہوگا، جب میں نے یہ بات کہی تو وہ بدل گیا اور ذلیل وخوار ہوا۔ [1]

قصہ بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح کے فریب کار اسی طرح کے مکر وفریب اور خفیہ حیلوں سے عام لوگوں کو بے وقوف بناتے ہیں۔

[1] مجموع الفتاوی، ۱۱/۴۶۵-۴۴۶۔

فصل سوم

مزارات پر نذر و نیاز، ہدیے اور ان کی تعظیم

رسول اللہ ﷺ نے شرک کے سارے راستے بند فرما دیے ہیں اور شرک اور شرکیہ اعمال سے بڑی تاکید کے ساتھ مسلمانوں کو باخبر کر دیا ہے، اس سلسلہ کا پہلا دروازہ مقابر ہیں، لہٰذا قبر پر جانے اور وہاں دعا کرنے کے ایسے ضابطے بنا دیے ہیں کہ آدمی شرک سے محفوظ ہو جائے، اسی طرح اولیا و صالحین کی محبت و عقیدت میں غلو سے امت کو باخبر فرما دیا ہے۔

محبت میں غلو سے اجتناب:

❶ اولیا و صالحین کی عقیدت میں غلو سے خبر دار کیا گیا اس لیے کہ ان کی عقیدت میں غلو ہوتے ہوتے ان کی عبادت ہونے لگتی ہے، ارشاد نبوی ہے:

((إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ))[1]

''غلو سے بچو اس لیے کہ تم سے پہلے جو لوگ ہلاک ہوئے وہ دین میں غلو کرنے ہی کی وجہ سے ہلاک اور برباد ہوئے ہیں۔''

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

((لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ فَقُوْلُوا عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهُ))[2]

❶ مسند احمد: (۲۱۵/۱) أبويعلىٰ: ۲۴۷۲۔ ابن خزيمة: ۲۸۶۷۔ ابن حبان: ۳۸۷۱۔

❷ بخاری، كتاب أحاديث الانبياء، باب قول الله تعالىٰ واذكر فی الكتاب مريم: ۳۴۴۵۔

''میری تعریف میں غلو و مبالغہ نہ کرو جیسے کہ نصاریٰ نے ابن مریم کے لیے کیا، اس لیے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی پکارو۔''

پختہ قبروں کی ممانعت:

❷ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو پختہ بنانے سے منع فرمایا ہے جیسے کہ حضرت ابو الہیاج الاسدی سے روایت ہے، آپ کہتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: کیا تمہیں میں اس مہم کے لیے نہ بھیجوں جس مہم کو سر کرنے کے لیے مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا، جہاں کہیں کوئی مجسمہ نظر آئے اسے توڑ ڈالو اور جہاں بھی اونچی قبر دیکھو اس کو برابر کر دو۔ ①

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو پختہ بنانے اور اس پر (عمارت وغیرہ) تعمیر کرنے سے سختی کے ساتھ روکا ہے،

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر کو پختہ بنانے، اس پر بیٹھنے اور اس پر چھت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔'' ②

قبرستان میں نماز کی ممانعت:

❸ قبروں کے پاس نماز پڑھنے سے بھی رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ جب مرض الوفات میں مبتلا ہوئے تو آپ ﷺ برابر اپنی چادر منہ پر ڈالتے رہتے، جب اس سے تکلیف محسوس کرتے تو کھول دیتے، اس حالت میں آپ ﷺ نے فرمایا: یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انھوں نے اپنے انبیاء

---

❶ مسلم، کتاب الجنائز، باب الأمر بتسویة القبر: ٩٦٩۔

❷ مسلم، کتاب الجنائز، باب النهي عن تحصیص القبر والبناء علیه: ٩٧٠۔

کی قبروں کو مسجد بنالیا۔“

آپ ﷺ اپنی امت کو اس چیز سے خبر دار فرما رہے تھے کیونکہ آپ ﷺ کو خدشہ تھا کہ لوگ اسے مسجد نہ بنالیں۔ ①

مزید فرمایا:

قبرستان میں مسجد بنانے کی ممانعت:

((أَلَا وَ إِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ ، فَإِنِّيْ أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَالِكَ)) ②

”اچھی طرح سن لو کہ تم سے پہلے کی قومیں اپنے انبیا کی قبروں کو مسجد بنالیتی تھی، خبردار قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا، میں تمھیں اس چیز سے روک رہا ہوں۔“

قبروں کو مسجد بنانے کا صاف مطلب ہے قبروں پر نماز پڑھنا، چاہے اس پر مسجد نہ بھی ہو، لہٰذا وہ جگہ جو نماز کے لیے مخصوص کی جائے گی وہ مسجد ہو جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَ طَهُورًا)) ③

”پوری زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور پاکیزہ بنادی گئی ہے۔“

لہٰذا اگر اس پہ مسجد بن جائے تو یہ اور بری بات ہے۔

اکثر لوگوں نے ان احکامات کی مخالفت کی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے جن چیزوں

---

① بخاری، کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور: ۱۳۳۰۔

② مسلم، کتاب المساجد، باب النھی عن بناء المسجد علی القبور واتخاذ الصور فیھا: ۵۳۲۔

③ بخاری، کتاب التیمم: ۳۳۵۔ مسلم: ۵۲۱۔ بیھقی: ۲۱۲/۱۔ دارمی: ۳۲۲/۱۔

سے روکا ہے ان کا ارتکاب کیا ہے، اس طرح وہ شرک اکبر میں مبتلا ہو گئے ہیں انھوں نے قبروں پر مساجد، مزارات اور مقابر بنا لیے ہیں اور ان پر شرک اکبر کے اعمال ہو رہے ہیں، نذر و نیاز ہو رہی ہے، اصحاب قبر سے منت و مناجات اور دعا و استغاثہ سب کچھ ہو رہا ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ کی صراحت:

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی شخص قرون اولیٰ سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی سنت اور لوگوں کے موجودہ اعمال کے مابین موازنہ کرنے کی کوشش کرے تو جمع بین الضدین کا احساس ہوگا، دراصل وہ شخص دو ایسی چیزوں کا جمع کرنے والا ہوگا جو کبھی جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مزار کے پاس نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے لیکن یہ لوگ وہاں ضرور نماز پڑھتے ہیں، انھیں قبر پر یا اس کے پاس مسجد بنانے سے روکا ہے لیکن یہ وہاں ضرور مسجد بناتے ہیں بلکہ انھیں مشاہد اور یادگار کا نام دیتے ہیں، تاکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے گھر کا مد مقابل بنا دیں، قبروں پر چراغ جلانے سے روکا ہے، لیکن یہ لوگ ضرور قبرستان میں چراغاں کرتے ہیں بلکہ قبر پر چراغاں کے لیے جائداد تک وقف کر دیتے ہیں، قبرستان یا قبر سے متعلق جشن منانے یا خوشی کا دن منانے سے سختی کے ساتھ روکا گیا ہے لیکن یہ حضرات بالکل عید و بقرعید کی طرح مقابر و مزارات میں عید، جشن اور عرس مناتے ہیں، قبروں کو برابر کرنے کا حکم ہے، جیسا کہ حضرت ابو الهیاج الاسدی سے روایت ہے، ان کا کہنا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: ''کیا میں تم کو اس مہم کے لیے نہ بھیجوں جس مہم پر رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا تھا، وہ یہ کہ جہاں کہیں کوئی تصویر دیکھو مٹا دو اور جہاں کہیں کوئی اونچی قبر دیکھو اس کو برابر کر دو۔''[1]

---

[1] مسلم، كتاب الجنائز، باب الأمر بتسوية القبر : ٩٦٩۔

صحیح مسلم میں ایک اور روایت حضرت ثمامہ بن شفی سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں:

''ہم فضالہ بن عبید کے ساتھ سرزمین روم میں برودس نامی جگہ پر تھے کہ ہم میں سے ایک کا انتقال ہوگیا، اس کے دفن کے وقت حضرت فضالہ نے اس کی قبر برابر کردینے کا حکم دیا، پھر کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے قبر کو برابر کردینے کا حکم دیا۔'' ①

جب کہ قبوری لوگ ان دونوں احادیث کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں۔ گھر کی طرح قبروں کو اونچا کرنے اور ان پر قبہ بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔

آج کی بدعات:

پھر علامہ ابن قیم نے آگے فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ کی شریعت اور قبروں سے متعلق رسول اللہ ﷺ کے اوامر ونواہی اور آج کے قبوری حضرات کی من گھڑت شریعت کو دیکھو تو دونوں میں فرق نظر آئے گا اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ وہ مفاسد ہیں جن کا شمار مشکل ہے۔''

پھر آپ نے ان مفاسد کا قدرے تفصیلی تذکرہ کیا ہے، یہاں تک کہ آخر میں فرمایا:

'' زیارت قبور کی رسول اللہ ﷺ نے اجازت دی اور اس کے متعلق جو ضوابط ہیں وہ صرف آخرت یاد دلانے کے لیے اور صاحب قبر کے ساتھ نیکی کا معاملہ کرنے کے لیے ہے یعنی یہ کہ اس کے لیے دعا کی جائے، اس کے لیے اللہ سے رحمت کی درخواست کی جائے، اس کے لیے استغفار کیا جائے اور عافیت کی دعا کی جائے، ان باتوں کی وجہ سے زیارت کرنے والا اپنے لیے بھلائی کرتا ہے اور میت کے لیے بھی لیکن قبوری مشرکوں نے معاملہ کو بالکل الٹ دیا، دین کو سرے سے بدل دیا،

---

① مسلم، کتاب الجنائز، باب الأمر بتسویة القبر: ٩٦٩۔

زیارت کا اصلی مقصد شرک بنالیا لہٰذا میت سے اور میت کے واسطہ سے دعا کی جاتی ہے، اسی کے توسل سے اپنی ضروریات مانگی جاتی ہیں، ان کے واسطہ سے برکت نازل کروائی جاتی ہے، دشمنوں کے خلاف اپنی نصرت کی دعا کی جاتی ہے، وغیرہ، نعوذ باللہ من کل ذالک ان سب حرکات کی وجہ سے یہ لوگ اپنے آپ اور میت کو فائدہ پہنچانے کی بجائے الٹا نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اس میں اگر کچھ بھی نہ ہو تو پھر بھی شریعت اسلامیہ کی برکت سے محرومی تو ہو ہی جاتی ہے۔ ①

حرف آخر:

اب یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ مقابر و مزارات پر نذر و نیاز چڑھانا اور قربانی کرنا شرک اکبر ہے اور اس کا اصلی سبب قبر سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی شریعت اور عمل کی مخالفت ہے، آپ ﷺ نے قبروں پر تعمیر سے منع فرمایا ہے، ان پر مسجد بنانے سے روکا ہے، اس لیے کہ جب ان پر قبے بنائے جائیں گے یا لوگ نماز پڑھنے لگیں گے تو اس سے جاہل لوگ یہ سمجھیں گے کہ اہل قبور نفع اور نقصان پہنچاتے ہیں اور جو ان سے مدد چاہے وہ اس کی مدد کرتے ہیں، جو ان کے پاس جائے وہ اس کی ضروریات پوری کرتے ہیں یہ سوچ کر یہ جاہل لوگ خوب نذر و نیاز پیش کرتے ہیں، جن کی وجہ سے یہ قبریں آج بت کی شکل اختیار کر چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آج انہی کی عبادت کی جا رہی ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَ ثَنًا يُعْبَدُ)) ②

''اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ جس کی پرستش کی جائے۔''

رسول اللہ ﷺ نے یہ اس لیے فرمایا تھا کہ بہت سی قبروں کا ایسا حال ہونے والا تھا،

---

① اغاثة اللهفان (۱/ ۲۱٤-۲۱۷)۔

② مؤطا (۸۵) تحذير الساجد من اتخاذ القبور مساجد: ص ۱۷۔

آج عالم اسلام کا جو حال ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے جو دعا کی تھی اس کی برکت سے آپ ﷺ کے روضہ اطہر کو اللہ تعالیٰ نے شرک کے شائبہ تک سے بچا رکھا ہے، اگرچہ آج بھی بعض جہلا و اہل خرافات آپ ﷺ کی ہدایات کی مخالفت کر ڈالتے ہیں لیکن روضہ اطہر تک نہیں پہنچ پاتے، اس لیے کہ آپ ﷺ کا روضہ اطہر آپ کے گھر میں ہے، وہ مسجد میں نہیں ہے اس کے چاروں طرف دیواریں چن دی گئی ہیں، جیسے کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنے شعر میں فرمایا:

''رب العالمین نے آپ کی دعا قبول کر لی اور اس کو دیواروں سے گھیر دیا ہے۔''

فصل چہارم

مجسموں اور یادگار نشانیوں کی تعظیم

مجسمہ کسے کہتے ہیں؟ تماثیل، تمثال کی جمع ہے جس کے معانی مجسمہ کے ہیں، اس سے مراد انسانی، حیوانی یا دیگر (ذی روح) جاندار کی شکل کا مجسمہ ہے اور نصب، نصبۃ کی جمع ہے جس کے معنیٰ نشانی، جھنڈا اور پتھر کے ہیں، مشرکین عرب ان نشانیوں کے پاس قربانی کیا کرتے تھے، یادگار نشانیوں سے مراد وہ انسانی مجسمے ہیں جو مختلف میدانوں اور سڑکوں کے کنارے کسی لیڈر یا عظیم شخص کی یادگار میں نصب کیے جاتے ہیں۔

جاندار کی تصویر کی ممانعت اور قوم نوح:

رسول اللہ ﷺ نے جاندار کی تصویر بنانے سے منع فرمایا ہے۔ خاص طور پر معزز اشخاص جیسے علمائے کرام، شاہان عظام، زاہدان باصفا، روسائے مملکت و زعمائے اصلاح وغیرہم، چاہے تصویر کسی تختی، کاغذ، دیوار یا کپڑے پر ہاتھ سے بنائی گئی ہو یا پھر آج کل کے کیمرے کی مدد سے، کسی چیز پر کندہ کی گئی ہو یا مجسمہ کی شکل میں بنائی گئی ہو ہر صورت میں یہ حرام ہے، اسی طرح آپ ﷺ نے دیوار وغیرہ پر تصویر لٹکانے، کسی جگہ مجسمہ قائم کرنے یا بطور یادگار اسے رکھنے سے منع فرمایا ہے، اس لیے کہ یہ شرک کا ذریعہ بنتا ہے، پہلا شرک جو اس سرزمین میں واقع ہوا ہے اس کی وجہ تصویر اور مجسمہ ہی ہے وہ اس طرح کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں کچھ نیک لوگ تھے، جب ان کا انتقال ہوا تو لوگوں کو بڑا غم ہوا، لہٰذا شیاطین نے ان کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے وہاں ان کے مجسمے نصب کر دو اور ان پر ان کا نام لکھ دو۔ لہٰذا انھوں نے ایسا ہی کیا، لیکن وہ مجسمے اس

وقت پوجے نہیں جاتے تھے، یہاں تک کہ جب وہ نسل ختم ہوگئی اور لوگ ان نشانیوں کی حقیقت بھول گئے تو پھر ان کی پرستش شروع ہوگئی، پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا اور انھوں نے لوگوں کو ان مجسموں کی وجہ سے پیدا ہونے والے شرک سے روکا تو لوگوں نے ان کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور وہ انھی نصب کردہ مجسموں کی عبادت پر مصر رہے جو بعد میں بت بن گئے۔ آیت کریمہ ہے:

﴿ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴾ (نوح: ۲۳)

''اور وہ کہنے لگے: اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو کبھی ترک نہ کرنا۔''

تصویر دروازۂ شرک ہے:

یہ ان لوگوں کے نام ہیں جن کے مجسمے بنائے گئے تھے، تاکہ ان کی یاد باقی رہے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت قائم رہے، ہمیں عبرت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے کہ آخر کار ان مجسموں کو نصب کرنے کا انجام کیا ہوا؟ لوگ شرک میں مبتلا ہو گئے، اللہ تعالیٰ کی، انبیا اور رسولوں کی نافرمانی کی، جس کے سبب وہ طوفان سے ہلاک ہوگئے، اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے نزدیک وہ معتوب و مغضوب ہوئے، اس نتیجہ سے تصویر کھنچوانے اور مجسمے نصب کرنے کے خطرہ کو معلوم کیا جا سکتا ہے، اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے تصویر کھینچنے والوں یا بنانے والوں پر لعنت بھیجی ہے اور یہ خبر دی ہے کہ یہ لوگ قیامت کے دن سب سے زیادہ دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے، لہٰذا آپ ﷺ نے تصویریں مٹانے کا حکم دیا اور یہ خبر دی کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو اور یہ سب کچھ تصویر کی خطرناکی اور اس کے فتنہ وفساد اور امت مسلمہ کے عقیدہ میں اس سے بگاڑ پیدا ہونے کی وجہ سے ہے، اس طرح کے مجسمے پارک میں نصب کیے جائیں، سڑک پر یا عام میدانوں میں، یہ ہر حال میں شریعت کے

نزدیک حرام ہیں، اس لیے کہ یہ چیز باعث شرک اور عقیدہ کے فساد کی بنیاد ہے۔

اگر آج کفار اس طرح کی حرکتیں کر رہے ہیں تو دراصل ان کے پاس تو کوئی عقیدہ نہیں جس کی وہ حفاظت کریں لیکن ہم مسلمانوں کو ان کے ان مشرکانہ اعمال کی نقل نہیں کرنا چاہیے، اس لیے ہمارے پاس عقیدہ وایمان ہے جو ہماری قوت کا سرچشمہ ہے۔

فصل پنجم

دین کا مذاق اڑانے اور مقدسات کے مرتکبِ توہین کا حکم

دین سے مذاق کفر ہے:

دین کا مذاق اڑانے اور استہزا کرنے والا مسلمان مرتد ہو جاتا ہے اور دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ﴾ (التوبة: ٦٥-٦٦)

''کہو کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے، بہانے مت بناؤ، تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔''

اس آیت کریمہ سے صاف واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مذاق کفر ہے، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مذاق کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور نشانیوں کے ساتھ مذاق کفر ہے جو شخص بھی ان امور میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی مذاق کرے گا وہ مذکورہ بالا تمام امور سے مذاق کرنے والا شمار ہوگا۔ منافقوں کا وتیرہ ہی یہی تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے، جس کی وجہ سے یہ آیت کریمہ اتری، اس لیے کہ ان امور میں ایک کا مذاق اڑانا دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم ہے، لہٰذا جو لوگ توحید باری تعالیٰ کو مذاق کا نشانہ بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر مردوں کو پکارنے کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتے

ہیں ، پھر جب توحید کا حکم دیا جاتا ہے اور شرک سے روکا جاتا ہے تو بھی اس کا مذاق اڑاتے ہیں ، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَ اِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ۝ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ﴾ (الفرقان : ٤١-٤٢)

''اور یہ لوگ جب تم کو دیکھتے ہیں تو تمھاری ہنسی اڑاتے ہیں کہ کیا یہی وہ شخص ہے جس کو اللہ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، اگر ہم اپنے معبودوں کے بارے میں ثابت قدم نہ رہتے تو یہ ضرور ان سے ہم کو ہٹا دیتا۔''

مذاق کا باعث غیر اللہ کی عقیدت ہے:

لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے جب انھیں شرک سے منع فرمایا تو وہ رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑانے لگے، اس زمانہ سے لے کر آج تک مشرکین برابر انبیائے کرام کی عیب جوئی کرتے ہیں ، انھیں بے وقوف، گمراہ اور پاگل کے القاب سے نوازتے ہیں۔ صرف اس لیے کہ وہ انھیں توحید کی دعوت دیتے ہیں، دراصل ان کے دلوں میں شرک کی عظمت بیٹھی ہوئی تھی اسی طرح ان لوگوں میں جو مشرکین سے قریب ہیں یہی چیز پاؤ گے، انھیں بھی جب توحید کی دعوت دی جاتی ہے تو اس کا مذاق اڑاتے ہیں ، اس لیے کہ ان کے دل میں بھی عظمتِ شرک گھر کر چکی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ﴾ (البقرة : ١٦٥)

''اور بعض لوگ ایسے ہیں جو غیر اللہ کو (اللہ کا) شریک بناتے اور ان سے اللہ کی سی محبت کرتے ہیں۔''

لہٰذا اگر کوئی شخص اللہ کے بجائے کسی مخلوق کو اسی طرح چاہنے لگے جس طرح اللہ کو چاہا جاتا ہے تو وہ مشرک ہے اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے ساتھ محبت میں ہمیں فرق کرنا ہوگا،

لہٰذا جن لوگوں نے مقابر و مزارات کو بت بنا لیا ہے انھیں دیکھو گے کہ وہ توحید باری تعالیٰ اور اس کی عبادت کا مذاق اڑاتے ہیں اور جن غیر اللہ کو اپنے لیے سفارشی بنا رکھا ہے ان کی بے حد تعظیم کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک اللہ کے نام کی جھوٹی قسم کھا سکتا ہے، لیکن اس کی جرأت نہیں کر سکتا کہ اپنے شیخ کے نام کی جھوٹی قسم کھا لے، ان میں سے اکثر کے ذہنوں میں یہ عقیدہ بیٹھا ہوا ہے کہ شیخ سے مدد چاہنا، چاہے وہ اس کی قبر کے پاس ہو یا کسی دوسری جگہ پر زیادہ مفید اور کار آمد ہے مسجد میں صبح کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگنے سے، اسی عقیدہ کی وجہ سے توحید کی طرف جھکنے والوں کا یہ مذاق اڑاتے ہیں، ان میں سے بہت تو ایسے ہیں جو مسجدوں کو گراتے ہیں اور درگاہوں کی تعمیر کرتے ہیں، ان کو آباد کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ صرف اس لیے کہ اللہ تعالیٰ، اس کی نشانیوں اور اس کے رسول ﷺ کا مذاق اڑایا جائے اور شرک کی تعظیم کی جائے۔[1]

آج جتنے بھی قبر پرست ہیں سب کے سب اس میں مبتلا ہیں۔

[1] مجموع الفتاوی۔

مذاق واستہزاء کی قسمیں

مذاق کی دو قسمیں ہیں صریح اور غیر صریح

مذاق صریح:

یعنی کھلا مذاق یہ ایسے مذاق کرنے والے ہیں جن کے سلسلہ میں آیت کریمہ نازل ہو چکی ہے، مثلاً ان کا یہ کہنا کہ ہم نے اپنے علما کی طرح خوش خوراک، جھوٹے اور جنگ کے وقت بزدل نہیں دیکھے یا اسی طرح کے دیگر جملے جو مذاق کرنے والے عموماً دہرایا کرتے ہیں، اسی طرح بعض کا یہ کہنا کہ یہ تمہارا دین پانچواں دین ہے یا کسی کا کہنا کہ تمہارا دین جھوٹا دین ہے۔

اسی طرح جب نیکی کا حکم دینے والے اور برائیوں سے روکنے والے ان کے پاس آتے ہیں تو وہ بطور مذاق کہتے ہیں: لو تمہارے دینی بھائی آگئے۔ اس طرح کے ہزاروں طریقے ہیں جن کے ذریعہ وہ دین کا مذاق اڑاتے ہیں۔ پھر جن کے مذاق پر آیت کریمہ نازل ہوئی ہو اس کی شناعت کا کیا کہنا وہ تو نہایت قبیح اور مجرمانہ ہے۔

غیر صریح مذاق:

غیر صریح یعنی ڈھکا چھپا اور کنایہ واشارہ میں کیا گیا مذاق۔ یہ وہ سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں جیسے آنکھ کا اشارہ، زبان نکالنا، ہونٹ پھیلانا، تلاوت کلام پاک یا سنت نبوی کے پڑھنے یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وقت ہاتھ کا دبانا وغیرہ اس طرح کے مذاق

میں یہ کلمات بھی داخل ہیں۔ ''اسلام بیسویں صدی کے لیے موزوں نہیں۔'' ''یہ تو قرون وسطیٰ کے لیے صحیح تھا۔'' ''اسلام تخلف و رجعت پسندی کی علامت ہے۔'' ''حدود و سزا کے معاملہ میں اس میں بہت ہی زیادہ سختی، سنگ دلی اور سربریت ہے۔'' ''اسلام نے عورتوں پر ظلم کیا ہے، اس کے حقوق ادا نہیں کیے، اس لیے کہ اس نے طلاق کو جائز قرار دیا ہے اور تعدد زوجات (متعدد بیوی رکھنے) کو جائز قرار دیا ہے۔'' اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ ''آج کا انسانی قانون لوگوں کے لیے اسلامی قانون سے بہتر ہے۔'' اسی طرح جو لوگ توحید کی طرف بلاتے ہیں، قبر پرستی وشخصیت پرستی سے روکتے ہیں ان کے بارے میں یہ کہنا کہ ''یہ انتہا پسند ہیں یا مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنا چاہتے ہیں۔'' یا پھر ''یہ وہابی ہیں'' یا ''یہ پانچویں مذہب کے پیروکار ہیں۔'' اسی طرح کے ہزاروں اقوال ہیں جو سب کے سب دین، اہل دین اور عقیدہ صحیحہ کے ساتھ مذاق واستہزا ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

اسی طرح کسی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے والے کو بھی مذاق کا نشانہ بنایا جاتا ہے، جیسے وہ کہتے ہیں، بالوں میں دین نہیں ہے، یعنی داڑھی کے ساتھ مذاق کے طور پر یہ کہا جاتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک.

فصل ششم

اللہ کی شریعت کی بجائے دوسرے قوانین کے مطابق فیصلہ دینا

اختلاف کے وقت صحیح طرز عمل:

اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی عبادت کا تقاضا ہے کہ ہم اس کے احکامات کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں، اس کی نازل کردہ شریعت سے خوش ہوں اور اقوال وافعال، اصول وفروع، لڑائی جھگڑے، اموال وانفس کے معاملات اور دیگر تمام حقوق میں اختلاف کے وقت ہم صرف کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کریں، اللہ تعالیٰ ہی حاکم اعلیٰ ہے اور فیصلہ کے وقت اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے، لہٰذا حکام وشاہان مملکت کو بھی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو حکم نازل فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی سنت میں جو کچھ فرمایا ہے وہ اسی کے مطابق فیصلہ کریں۔

حکمرانوں کے لیے حکم:

حکمران طبقہ کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰى أَهْلِهَا وَ إِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ﴾ (النساء: ٥٨)

''اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو اور جب

لوگوں میں فیصلہ کرو تو عدل و انصاف سے کیا کرو۔"

رعایا کے لیے راہ عمل:

رعیت کے حق میں فرمایا:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوۡلِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیۡرٌ وَّ اَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا ﴾ (النساء : ٥٩)

"مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی، اور اگر کسی بات پر تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو، یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔"

قوانین اسلام اور کفر کی یکجائی ناممکن ہے:

پھر واضح فرمادیا کہ ایمان اور شریعت کو چھوڑ کر دوسرے قوانین کے مطابق فیصلہ کروانا ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ یَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَحَاكَمُوۡۤا اِلَی الطَّاغُوۡتِ وَ قَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ یَّكۡفُرُوۡا بِهٖ وَ یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّضِلَّهُمۡ ضَلٰلًا بَعِیۡدًا ﴾ (النساء : ٦٠)

"کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ جو (کتاب) (تم پر نازل ہوئی اور جو (کتابیں) تم سے پہلے نازل ہوئیں ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنا مقدمہ ایک سرکش کے پاس لے جا کر (اس کا) فیصلہ کرائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اس سے اعتقاد نہ رکھیں اور شیطان (تو یہ)

چاہتا ہے کہ اس کو بہکا کر رستے سے دور ڈال دے۔''

قوانین کفر کے مطابق فیصلہ چاہنے والا:

فرمایا:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ (النساء: ٦٥)

''تمھارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمھیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے نہ مان لیں تب تک مومن نہیں ہو سکتے۔''

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے بہت ہی سختی کے ساتھ ان لوگوں کے ایمان کی نفی کر دی ہے جو شریعت کے علاوہ دوسرے خود ساختہ قوانین سے راضی ہیں اور ان کو تسلیم کر لیتے ہیں، اسی طرح ان حکمرانوں کو کفر، ظلم اور فسق سے متصف کیا گیا ہے۔

﴿ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾
(المائدة: ٤٤)

''اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔''

﴿ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾
(المائدة: ٤٥)

''اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ بے انصاف ہیں۔''

﴿ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾
(المائدة: ٤٧)

”اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے گا تو ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں۔“

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق حکومت کرنا اور اسی کے مطابق فیصلہ کرنا اور تمام نزاعات واختلافات میں اسی کو حکم بنانا فرض ہے، علما کے مابین اجتہادی اختلافات میں بھی اس کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔ اجتہادی مسائل میں سے جو قرآن وسنت کے موافق ہوں وہی قبول کیے جا سکتے ہیں، اس سلسلہ میں کسی طرح کا تعصب اور کسی امام یا مذہب کی طرف داری قابل قبول نہ ہوگی ، اس طرح پرسنل لا ہی میں نہیں جیسا کہ بعض ممالک میں رائج ہے بلکہ تمام حقوق، مسائل و مشکلات اور مقدمات میں اسی کے مطابق فیصلہ کرنا ہوگا اس لیے کہ اسلام ایک ایسی مکمل اکائی ہے جس کو الگ الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱدۡخُلُوا فِي ٱلسِّلۡمِ كَآفَّةً ﴾ (البقرة : ٢٠٨)

”مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔“

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿ أَفَتُؤۡمِنُونَ بِبَعۡضِ ٱلۡكِتَٰبِ وَتَكۡفُرُونَ بِبَعۡضٍ ﴾ (البقرة : ٨٥)

”کیا (بات ہے) تم کتاب (اللہ) کے بعض احکام تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کیے دیتے ہو۔“

مسلمانوں کے لیے راہ عمل:

اسی طرح تمام مذاہب کے متبعین پر ضروری ہے کہ اپنے ائمہ کے اقوال کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر رکھ کر پرکھیں، جو کتاب وسنت کے موافق ہوں انھیں لے لیں اور جو کتاب وسنت کے مخالف ہوں انھیں بلا کسی تعصب وطرف داری کے رد کر دیں، خاص طور پر عقیدہ کی

چیزوں میں، اس لیے کہ خود ائمہ کرام نے اس کی وصیت کی ہے اور تمام مذاہب کے ائمہ نے یہی کہا ہے، لہٰذا آج جو ان کی مخالفت کرے گا وہ ان کا پیرو کار نہیں ہو سکتا، چاہے ان کی نسبت ان کی طرف کیوں نہ ہو، ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ (التوبة : ٣١)

''انھوں نے اپنے علما و مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا رب بنا لیا۔''

یہ آیت کریمہ صرف نصاریٰ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر اس فرد و جماعت پر صادق آتی ہے جو نصاریٰ جیسے عمل کا مرتکب ہوتا ہے، لہٰذا جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری رسول ﷺ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی شریعت و قانون کو چھوڑ کر عصری وضعی قوانین کا سہارا لے گا اور شریعت کو چھوڑ کر خواہشات نفس پر عمل کرے گا تو وہ اسلام و ایمان کا جوا اپنی گردن سے اتار پھینکنے والا ہوگا، اگرچہ اس کو یہ گمان ہو کہ وہ مومن ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے اعمال کی سخت نکیر کی ہے اور ایسے افراد کے ایمان کو باطل قرار دیا ہے، آیت کریمہ میں لفظ ''یزعمون'' استعمال ہوا ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ ایسے لوگوں کے ایمان کی نفی کی جا رہی ہے، اس لیے یہ لفظ غلط دعویٰ کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس حقیقت کا اظہار ایک دوسری آیت سے ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ﴾ (النساء : ٦٠)

''حالانکہ انھیں حکم دیا گیا کہ وہ اس کا انکار کریں۔''

انکار طاغوت توحید کا رکن ہے:

اس لیے کہ طاغوت کو جھٹلانا، اس کا انکار کرنا توحید کا ایک باقاعدہ رکن ہے۔ آیت کریمہ ہے:

﴿ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ﴾ (البقرة : ٢٥٦)

”تو جو شخص بتوں سے انکار کرے، اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط رسی ہاتھ میں پکڑ لی ہے۔“

اگر بندہ مومن کے اندر یہ رکن توحید نہیں تو پھر وہ موحد نہیں، توحید ہی ایمان کی بنیاد ہے، جس کے وجود سے سارے اعمال درست ہوتے ہیں اور جس کی عدم موجودگی سے تمام اعمال خراب اور فاسد ہو جاتے ہیں۔

وہ اس لیے کہ طاغوت کے پاس فیصلہ لے جانا، یا اس کا حکم ماننا دراصل اس پر ایمان لانا ہے، شریعت الٰہی کے علاوہ کسی دوسرے قانون کے مطابق فیصلہ کروانے سے جب ایمان کی نفی ہو جاتی ہے تو اس سے یہ بات بخوبی سمجھ لینی چاہیے کہ شریعت الٰہی کو حکم بنانا، اس کے فیصلہ کو ماننا یہ ایمان، عقیدہ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، اس پر عمل کرنا ہر مسلم پر ضروری ہے، اسی طرح یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ شریعت کے حکم کو صرف اس لیے ماننا کہ یہ لوگوں کے فائدہ میں ہے یا اس میں کوئی مصلحت یا امن وسلامتی کی ضمانت ہے، سراسر غلط ہے۔ آج بعض لوگ شریعت کی بات صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ دیگر تمام نظام ہائے زندگی سے عاجز آ چکے ہیں، جب کہ شریعت کے نفاذ کا مقصد اصلی عبادت ہے اور یہ لوگ اس کے اس پہلو کو بھول جاتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود ایسے لوگوں کو برا کہا ہے جو اپنی ذاتی مصلحت یا فائدہ کے لیے شریعت کی پناہ لیتے ہیں اور اس کے عبادت وقربت کے پہلو کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴾ (النور: ۴۸۔۴۹)

”اور جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ (رسول اللہ) ان کا جھگڑا نمٹا دیں تو ان میں سے ایک فرقہ منہ پھیر لیتا ہے اور اگر (معاملہ) حق (ہو

اور) ان کو (فائدہ پہنچتا) ہوتو ان کی طرف مطیع ہو کر چلے آتے ہیں۔“

اس طرح کے لوگ انھیں چیزوں کا اہتمام کرتے ہیں جنھیں وہ چاہتے ہیں۔ خواہشات نفسانی کی پیروی ہی ان کا مذہب ہے اور جو ان کی خواہشات کے خلاف ہوتا ہے اس سے اعراض کرتے ہیں، اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے اور نہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنا فیصلہ اور مسئلہ لے جاتے ہیں۔

خودساختہ قوانین کے مطابق فیصلہ دینے والے جج کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾

(المائدة : ٤٤)

''اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں صاف طور پر واضح کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ کسی دوسرے نظام یا قانون کے حکم کو ماننا سراسر کفر ہے اور یہ کفر کبھی تو کفر اکبر تک جا پہنچتا ہے جس سے انسان دائرہ ملت اسلامیہ ہی سے نکل جاتا ہے اور کبھی یہ کفر اصغر ہوتا ہے جس سے انسان دائرہ ملت سے نہیں نکلتا، اب اس کا فیصلہ کہ اس نے کفر اکبر کا ارتکاب کیا ہے یا کفر اصغر کا؟ اس کی حالت دیکھ کر کیا جائے گا، اگر اس شخص کا اعتقاد ہو کہ شریعت کا حکم ماننا واجب نہیں بلکہ اس میں اس کو اختیار حاصل ہے کہ جس کا چاہے حکم مانے یا پھر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم و شریعت کی توہین کرتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ دوسرے قوانین اور نظام ہائے زندگی اسلامی شریعت سے بہتر ہیں اور شریعت اسلامی موجودہ دور کے لیے موزوں نہیں ہے یا پھر کفار و منافقین کی رضا مندی اور خوشنودی کے لیے انسانوں کے بنائے

ہوئے قوانین و نظام کے دامن میں پناہ لیتا ہے تو یہ کفر اکبر ہے، لیکن اگر اس کا اعتقاد ہو کہ اللہ کی شریعت کو نافذ کرنا فرض ہے اور اس سلسلہ میں اس کو پورا علم بھی ہے، اس کے باوجود اسے وہ نافذ نہیں کرتا لیکن اس کی پاداش میں اپنے آپ کو مستحق سزا بھی سمجھتا ہے تو ایسا شخص گناہ گار اور کافر ہوگا لیکن اس کا کفر کفر اصغر ہوگا۔

ناواقف مگر مجتہد شخص کا حکم:

لیکن اگر ایک شخص شریعت سے ناواقف ہے اور اسے معلوم کرنے کے لیے امکان بھر محنت و کوشش کرتا ہے پھر وہ غلط فیصلہ دے دیتا ہے تو ایسے شخص کو خاطی یا خطا کار کہا جائے گا، اس کی محنت و کوشش اور اجتہاد کا حسن نیت کی وجہ سے ایک اجر ملے گا اور اس کی غلطی کو معاف کر دیا جائے گا، ایسا کسی خاص مسئلہ ہی میں ہوگا لیکن عام مسائل و معاملات میں مسئلہ اس کے برعکس ہوگا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ میں فرماتے ہیں:

> اس میں کوئی شک نہیں کہ جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ شریعت کے مطابق فیصلہ اور اس کی پیروی واجب نہیں وہ کافر ہے لہٰذا اگر کوئی شخص لوگوں کے معاملہ میں شریعت سے ہٹ کر ایسے قانون کے مطابق فیصلہ دیتا ہے جسے وہ عادلانہ قانون سمجھتا ہے تو وہ بھی کافر ہے اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ہر مذہب و ملت عموماً منصفانہ فیصلہ کا حکم دیتے ہیں، کبھی یہ عدل و انصاف کسی دین میں موجود ہوتا ہے اور اس دین کے اکابر اسی کا حکم دیتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسلام کی طرف منسوب مسلمان اپنی عادات کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں یعنی اپنے آبا واجداد کے فیصلوں کو دیکھ کر ویسا ہی فیصلہ کر دیتے ہیں، اس طرح کے امرائے سلطنت کا عام اعتقاد ہوتا ہے کہ عوام کے جذبات کا خیال رکھ کر ہی فیصلہ کرنا چاہیے تاکہ لوگ اس سے متنفر نہ ہوں، یہ بھی سراسر کفر ہے آج بہت سے لوگ اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن کتاب و سنت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے بلکہ فیصلہ کے وقت

لوگوں کے یا اپنے آبا و اجداد کی روش کو دیکھتے ہیں، انھیں اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا واجب ہے لیکن پھر بھی وہ شریعت کے خلاف فیصلہ کو اپنے لیے جائز سمجھ لیتے ہیں، ایسے لوگ بھی کافر ہیں۔

فصل ہفتم

قانون سازی کس کا حق ہے؟

خالق ہی قانون ساز ہے: ان احکام وقوانین کو وضع کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جن پر بندوں کی صلاح وفلاح کا دارومدار ہے۔ عبادات، معاملات اور زندگی کے تمام شعبے جن کے مطابق چلتے ہیں اور جن کے ذریعہ بندوں کے باہمی لڑائی جھگڑے اور تنازعات کے فیصلے کیے جاتے ہیں ایسے تمام قوانین بنانے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (الاعراف: ٥٤)

''دیکھو! سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم (بھی اسی کا ہے) یہ اللہ رب العالمین بڑی برکت والا ہے۔''

چونکہ وہی جانتا ہے کہ اس کے بندہ کے لیے کیا چیز مفید ہے؟ لہٰذا اسی کے مطابق وہ ان کے لیے احکام وضع کرتا ہے اور چونکہ وہ سب کا رب ہے اس لیے رب ہونے کے ناتے قانون سازی کا حق بھی اسی کو پہنچتا ہے اور چونکہ تمام بندے اس کے غلام ہیں اس لیے ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری ضروری ہے، اس کے احکامات کی پیروی کا پورا فائدہ انہی کی طرف لوٹتا ہے۔

اختلاف میں مسلمان کیا کرے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴾ (النساء : ٥٩)

''اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو، یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔''

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ اِلَى اللّٰهِ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ ﴾ (الشوریٰ : ١٠)

''تم جس بات میں اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف (سے ہوگا) یہی اللہ میرا پروردگار ہے۔''

قانون پہ راضی غیروں کے!

اللہ تعالیٰ نے اس کی سخت گرفت فرمائی کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو قانون ساز مانے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ ﴾ (الشوریٰ : ٢١)

''کیا ان کے وہ شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔''

لہٰذا جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی شریعت کے علاوہ کوئی دوسری شریعت قبول کرتا ہے وہ شرک کرتا ہے، عبادات میں سے جو عبادت اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے مشروع نہیں وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ))[1]

''اگر کوئی ہمارے اس معاملہ (دین) میں ایسی نئی بات پیدا کرے گا جو اس میں سے نہ ہو تو وہ مردود ہے۔''

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))[2]

''اگر کوئی ایسا عمل کرتا ہے جس پر ہمارا حکم نہ ہو تو وہ عمل مردود ہے۔''

اور سیاسی و انتظامی معاملات میں اگر شریعت الٰہی سے ہٹ کر کام کیا جائے تو وہ طاغوتی اور جاہلی حکومت ہوگی ...... ع

''جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴾ (المائدۃ: ٥٠)

''کیا یہ زمانہ جاہلیت کے حکم کے خواہش مند ہیں اور جو یقین رکھتے ہیں ان کے لیے اللہ سے اچھا حکم کس کا ہے؟''

حلال حرام متعین کرنا انسان کا منصب نہیں:

اسی طرح حلال و حرام قرار دینے کا حق بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، کسی کے لیے جائز نہیں کہ اس معاملہ میں وہ اللہ تعالیٰ کا شریک ہو، ارشاد الٰہی ہے:

---

1. بخاری، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود: ٢٦٩٧۔
2. احمد: ١٤٦/٦۔ أبوعوانة: ١٨/٤۔

﴿ وَ لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِاسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ وَ اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـِٕهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴾ (الانعام: ۱۲۱)

''اور جس چیز پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اسے مت کھاؤ کہ اس کا کھانا گناہ ہے اور شیطان (لوگ) اپنے رفیقوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم لوگ ان کے کہے پر چلے تو بے شک تم بھی مشرک ہوئے۔''

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے شیاطین اور ان کے حواریوں کی اطاعت کو حلت وحرمت کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھلا شرک قرار دیا ہے اسی طرح حلت وحرمت کے معاملہ میں علما اور امرا کی اطاعت و پیروی بھی اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو رب اور حاجت روا بنانے کے مترادف ہے، ارشاد الٰہی ہے:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ (التوبة: ۳۱)

''انھوں نے اپنے علما و مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا اللہ بنا لیا، حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔''

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی گزارش:

بخاری شریف میں آیا ہے کہ اس آیت کریمہ کو آپ ﷺ نے حضرت عدی بن حاتم الطائی کے سامنے پڑھا تو حضرت عدی بن حاتم الطائی نے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! ہم ان کی عبادت تو نہیں کرتے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا

وہ جن حرام چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں ان کو حلال اور جن حلال چیزوں کو وہ حرام قرار دیتے ہیں ان کو تم حرام نہیں سمجھتے؟ حضرت عدی نے عرض کیا جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا یہی ان کی عبادت و پرستش ہے۔''

اس سے پتا چلتا ہے کہ احکام الٰہی کو چھوڑ کر حلت و حرمت کے معاملہ میں ان کی اطاعت اور پیروی کرنا دراصل ان کی عبادت کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھلا شرک ہے، یہ شرک اکبر ہے جو توحید کے سراسر خلاف ہے، اس لیے کہ توحید کے معنیٰ ہیں لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنا اور اس اقرار کا مطلب یہ ہے کہ چیزوں کو حلال و حرام قرار دینے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، جب حقیقت یہ ہے تو پھر جو شخص حلال و حرام کے معاملے میں اپنے علما و مشائخ کی پیروی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کی مخالفت کرتا ہے اگر چہ علمائے کرام دین کی سمجھ بوجھ میں بہت درک رکھتے ہیں اور اجتہاد میں ان سے کوئی غلطی ہو جائے اور حق تک ان کی رسائی نہ ہو سکے پھر بھی ان کو ایک اجر ملے گا، اس سب کے باوجود ان کی اطاعت و پیروی جائز نہیں تو پھر ان خود ساختہ قوانین کی پیروی کیسے جائز ہوگی جو کفار و ملحدین کے وضع کردہ ہیں، جو باہر سے منگائے گئے ہیں اور عالم اسلام اور وہاں کے مسلم عوام پر زبردستی تھوپے گئے ہیں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ اس طرح تو اللہ تعالیٰ کے بجائے کفار و ملحدین کو ارباب من دون اللہ (اللہ کے سوا غیر کو رب) بنایا جاتا ہے، جو ان کے لیے احکام و قوانین وضع کرتے ہیں، حرام چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور بندوں پر حکومت کرتے ہیں۔

فصل ہشتم

ملحدانہ تحریکیں

ملحدانہ تحریکوں اور جاہلی جماعتوں کی طرف انتساب کا حکم:

❷ ملحدانہ تحریکوں جیسے کمیونزم، سیکولرزم، سرمایہ داری وغیرہ، جو سرا سر کفر و الحاد پر مبنی ہیں ان کی طرف انتساب مذہب اسلام سے ارتداد ہے۔ ان تحریکوں کی طرف انتساب کرنے والا شخص اگر اسلام کا دعویٰ کرتا ہے تو یہ نفاق اکبر ہے، اس لیے کہ منافقین بھی ظاہری طور پر اپنا انتساب اسلام کی طرف کرتے تھے لیکن اندرونی طور پر وہ کافروں کے ساتھ ہوتے تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ (البقرۃ: ١٤)

”اور یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو (ان سے) کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور ہم پیروان محمد سے تو ہنسی کیا کرتے ہیں۔“

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ وَ اِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِیْنَ نَصِیْبٌ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَیْكُمْ وَ نَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾

(النساء: ١٤١)

''اگر اللہ کی طرف سے تم کو فتح ملے تو کہتے ہیں: کیا ہم تمھارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر کافروں کو فتح نصیب ہو تو ان سے کہتے ہیں کیا ہم تمھارے نہیں تھے اور تم کو مسلمانوں کے ہاتھ سے بچایا نہیں؟''

منافق کے دو رخ ہیں:

اس طرح کے دھوکا باز منافقوں کے ہمیشہ دو رخ ہوتے ہیں، ایک رخ سے وہ مومنوں سے ملتے ہیں اور دوسرے رخ سے اپنے ملحد بھائیوں کی طرف پلٹ جاتے ہیں ان کی دو زبانیں ہوتی ہیں، ایک کے ذریعہ مسلمانوں سے شناسائی پیدا کرتے ہیں اور دوسری کے ذریعہ پوشیدہ راز کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّا وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ (البقرة: ١٤)

''یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو (ان سے) کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور ہم پیروان محمد سے تو ہنسی کیا کرتے ہیں۔''

یہ کتاب وسنت سے ہمیشہ گریز کرتے ہیں۔ کتاب وسنت والوں کا مذاق اڑاتے ہیں، ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، کتاب وسنت کے احکام کی پیروی سے انھیں چڑ ہے شریعت سے ان کو ازلی دشمنی ہے، یہ اپنے دنیاوی علوم وفنون اور نظام ہائے زندگی سے بہت خوش ہیں، جبکہ ان وضعی قوانین سے کسی کو کوئی فائدہ اب تک نہیں پہنچا، اس گندے پانی میں جو جتنا اترا اتنا ہی وہ تکبر وغرور میں مبتلا ہوا ہے، لہٰذا انھیں تم ہمیشہ صریح طور پر کتاب وسنت کا مذاق اڑاتے ہوئے پاؤ گے:

﴿ اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ یَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴾ (البقرة: ١٥)

''ان (منافقوں) سے اللہ ہنسی کرتا ہے اور انھیں مہلت دیے جاتا ہے کہ شرارت و سرکشی میں پڑے بہک رہے ہیں۔''

جبکہ اللہ تعالیٰ نے صراحت سے مومنوں کی طرف انتساب کا حکم دیا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ (التوبة : ١١٩)

''اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرتے رہو اور راست بازوں کے ساتھ رہو۔''

ملحدانہ تحریکوں کا حال:

یہ ملحدانہ تحریکیں آپس میں دست بہ گریباں ہیں، اس لیے کہ ان کی بنیاد باطل اور فتنہ و فساد پر ہے، جیسے کمیونزم، اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرتا ہے اور تمام آسمانی مذاہب وادیان کو دنیا سے مٹانا چاہتا ہے، جو شخص اپنی دانست میں بلاعقیدہ جینا چاہتا ہے اور تمام بدیہی و عقلی علامات کا انکار کرتا ہے دراصل وہ اپنی عقل کا دشمن ہے اور اس سے کام لینا نہیں چاہتا۔ اسی طرح سیکولرزم بھی تمام مذاہب وادیان کا انکار کرتا ہے اور مادیت پر اپنی بنیاد رکھتا ہے، جبکہ مادیت ایک ایسا مذہب ہے کہ حیوانی زندگی کے سوا جس کی کوئی غرض و غایت نہیں اور سرمایہ دارانہ نظام کا تو کہنا ہی کیا؟ اس کا سارا فلسفہ صرف مال جمع کرنے پر قائم ہے، چاہے وہ کسی طرح سے بھی آئے، اس میں حلال و حرام کی کوئی تمیز نہیں، فقرا مساکین اور کمزوروں پر یہاں کوئی رحم و رافت اور شفقت نہیں پھر اس کی معیشت و اقتصاد کا سارا دار و مدار سود کی لعنت پر ہے جبکہ سود کھانا اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کرنا ہے، جس سے فرد و جماعت اور حکومت و ریاست سب کے سب تباہی و بربادی سے دوچار ہو جاتے ہیں، جو غریب قوموں کے خون چوسنے کا بہترین ذریعہ ہے، ان سب کے باوجود بھلا کون ایمان والا اور عقل والا ان تباہ کن اور باطل نظاموں اور فاسد تحریکوں کی طرف اپنا انتساب پسند

کرے گا؟ اور عقل و ذہن سے بیچ کر اور زندگی کو شتر بے مہار سمجھ کر ان تحریکوں کا ساتھ دے گا اور ان کے لیے لڑے گا؟ آج جبکہ ہمارے عالم اسلام کے اکثر لوگوں کی زندگی میں صحیح دین داری و دینی ذہن کا فقدان ہے لہٰذا ان پر ان فاسد تحریکوں کا حملہ آور ہونا کوئی بعید نہیں۔ صحیح دین نہ ہونے کی وجہ ہی سے آج امت مسلمہ ذلت و بربادی کے مراحل سے گزر رہی ہے اور دیگر قوموں کی دم چھلہ بن کر رہ گئی ہے۔

ملحدانہ تحریکوں کی طرف انتساب کا حکم:

جاہلی قومی اور نسلی جماعتوں اور پارٹیوں کی طرف انتساب بھی کفر و ارتداد ہے اور مذہب اسلام کے خلاف بغاوت ہے، اس لیے کہ مذہب اسلام تمام نسلی و جاہلی نعروں کا شدت سے انکار کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنَاکُمْ شُعُوبًا وَّ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاکُمْ ﴾ (الحجرات: ١٣)

''لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو اور اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((لَیْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلٰی عَصَبِیَّةٍ ، وَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلٰی عَصَبِیَّةٍ ، وَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلٰی عَصَبِیَّةٍ)) [1]

''وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی طرف بلائے، وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت

[1] ابوداود، کتاب الأدب، باب فی العصبیة : ٥١٢١۔ یہ روایت ضعیف ھے۔ (غایة المرام : ٣٠٤۔ ضعیف ابوداود : ٥١٢١۔

کے لیے لڑائی کرے، وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر فوت ہوا۔“

نیز فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عَصَبِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَ فَخْرَهَا بِالْآبَاءِ، اِنَّمَا هُوَ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ أَوْ فَاجِرٌ شَقِيٌّ، وَالنَّاسُ بَنُوْ آدَمَ وَ آدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ ، وَ لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ إِلَّا بِالتَّقْوٰى))[1]

”اللہ تعالیٰ نے دور جاہلیت کی عصبیت کو ختم کر دیا ہے اور آبا و اجداد پر فخر کو مٹا دیا ہے، اب یا تو وہ متقی مومن ہوگا یا بد بخت فاجر، تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں، فضیلت کا دار و مدار تقویٰ پر ہے۔“

دراصل یہ جماعتیں اور پارٹیاں مسلمانوں کے اندر تفرقہ ڈالتی ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نیکی اور تقویٰ پر اتحاد و اتفاق کا حکم دیا ہے اور افتراق و انتشار سے منع فرمایا ہے۔

اسلام اتحاد کا داعی ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ﴾

(آل عمران : ۱۰۳)

”اور سب مل کر اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا اور اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے۔“

[1] ترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل الشام والیمن: ۳۹۵۵۔

اللہ تعالیٰ ہم سے یہ چاہتے ہیں کہ ہم ایک جماعت ہو جائیں، جو اللہ تعالیٰ کی کامیاب اور کامران جماعت ہو، لیکن آج عالم اسلام خاص طور پر یورپ کی سیاسی و ثقافتی یلغار کے بعد مختلف جاہلی، نسلی اور وطنی عصبیتوں کی لعنت میں مبتلا ہو گیا ہے اور ان لعنتوں کو ایک علمی مسئلہ، طے شدہ حقیقت اور ناگزیر صورت حال سمجھ کر تسلیم کر لیا گیا ہے، جہاں کے مسلم باشندے مغربی افکار کے اثرات سے متاثر ہو کر ان جاہلی عصبیتوں کی طرف تیزی سے بھاگنے لگے ہیں جن کو اسلام نے مٹا دیا تھا اور ان کے نام لینے والوں، زندہ کرنے والوں اور ان پر فخر کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے اور سخت الفاظ میں اس کی مذمت کی ہے۔

اسلام سے پہلے والے عصبیتی دور کو اسلام نے جاہلی دور کہا ہے اور اب بھی وہ اسے اسی نام سے یاد کرتا ہے اور اس تاریک ترین دور سے نکالنے کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان گردانا ہے اور اس عظیم احسان و نعمت کا شکر ادا کرنے پر ان کو ابھارا ہے۔

من مانی کا نقصان:

آج مسلمانوں پر ضروری ہے کہ جب بھی جاہلی دور کا تذکرہ کریں تو ناپسندیدگی و کراہیت کے ساتھ اس کا تذکرہ کریں اور پسندیدگی سے اس کو نہ دیکھیں۔ کیا جیل میں سخت ترین سزا کاٹنے والے کے رونگٹے اس وقت کھڑے نہیں ہو جاتے جب اس کے سامنے جیل کا نام لیا جاتا ہے؟ اور کیا سخت ترین بیماری سے نجات پانے والا شخص اپنی بیماری کا تذکرہ کرتے ہی منہ نہیں بگاڑ لیتا؟ لہٰذا ہر ایک کے ذہن میں یہ بات ہونی چاہیے اور ہر مسلمان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمانوں میں یہ گروہ بندیاں دراصل اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے جنھیں اس نے اپنی شریعت و مذہب سے اعراض کرنے والوں اور اپنے دین سے بدگمان ہونے والے بندوں پر مسلط کر دیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰٓ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ﴾ (الانعام : ٦٥)

''کہہ دو کہ وہ (اس پر بھی) قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر کی طرف سے یا تمھارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا تمہیں فرقہ فرقہ کر دے اور ایک کو دوسرے (سے لڑا کر آپس) کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔''

اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((وَ مَا لَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَ يَتَخَيَّرُوا مِمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ)) ①

''اور جب ان کے ائمہ کتاب اللہ سے حکم نہیں دیں گے اور اپنی مرضی سے فیصلے کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو آپس میں لڑا دیں گے۔''

جماعتوں اور پارٹیوں کے تعصب سے حق دب جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی لائی ہو شریعت سامنے سے ہٹ جاتی ہے جیسا کہ یہودیوں کے ہاں پیش آیا انہی یہودیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ يَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ﴾ (البقرة : ۹۱)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو (کتاب) اللہ نے (اب) نازل فرمائی ہے اس کو تو مانو، تو کہتے ہیں کہ جو کتاب ہم پر (پہلے) نازل ہو چکی ہے ہم تو اسی کو مانتے ہیں (یعنی) یہ اس کے سوا اور (کتاب) کو نہیں مانتے، حالانکہ وہ (سراسر) سچی ہے۔ اور جو ان کی (آسمانی) کتاب ہے اس کی بھی تصدیق کرتی ہے۔''

اہل جاہلیت کا بھی یہی حال تھا حق کو چھوڑ کر یہ اپنے آبا واجداد کی روش پر پڑے ہوئے تھے اور ان کے نقش قدم سے سرمو انحراف کے لیے تیار نہیں تھے ان کے بارے میں

① ابن ماجه، كتاب الفتن، باب العقوبات : ۴۰۱۹۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا ﴾ (البقرۃ : ۱۷۰)

''اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو (کتاب) اللہ نے نازل فرمائی ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں کہ (نہیں) بلکہ ہم تو ایسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔''

آج کے جماعتی لوگ چاہتے ہیں کہ اپنی جماعت اور پارٹی کو اس اسلام کی جگہ پر لا کھڑا کریں جو تمام انسانیت پر اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔

فصل نہم

زندگی کے متعلق دنیاوی نظریہ

آج زندگی سے متعلق دو طرح کے نظریے رائج ہیں ، ایک مادی نظریہ، دوسرا اسلامی نظریہ، ان دونوں نظریوں کے آثار آج لوگوں کی زندگی میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

مادی نقطہ نگاہ اور اس کی حقیقت:

مادی نقطہ نگاہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان صرف اپنی دنیاوی وفوری لذتوں کے حصول کے پیچھے پڑا رہے اور اس کی ساری تگ و دو، حرکات ونشاط اسی ایک چیز پر مرکوز ہو کر رہ جائیں، اس سے آگے وہ کچھ سوچتا نہ ہو کہ خواہشات نفس اور لذت پرستی کے پیچھے اس طرح سے دوڑنے کا انجام کیا ہو سکتا ہے؟ اور اس کی بھی پروا نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو صرف آخرت کی کھیتی اور عمل کا گھر بنایا ہے اور آخرت کو جزا وسزا کا گھر بنایا ہے لہٰذا جو شخص بھی دنیاوی زندگی کو غنیمت جان کر اس میں نیک عمل کرتا ہے ، وہ دنیا و آخرت دونوں جہاں کے فائدہ سے لطف اٹھاتا ہے اور جو اپنی دنیاوی زندگی کو ضائع کر دیتا ہے وہ اپنی آخرت کو بھی کھو دیتا ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿ خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴾ (الحج : ۱۱)

”دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی، یہی تو کھلا نقصان ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو یوں ہی نہیں بنایا ہے بلکہ ایک عظیم حکمت ومصلحت کے واسطے پیدا فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیَاۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴾
(الملك : ٢)

’’اس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمھاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھا عمل کرتا ہے۔‘‘

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَی الْاَرْضِ زِیْنَۃً لَّھَا لِنَبْلُوَھُمْ اَیُّھُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴾
(الكهف : ٧)

’’جو چیز زمین پر ہے ہم نے اس کو زمین کے لیے باعث آرائش بنایا ہے تاکہ لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں کون اچھا عمل کرنے والا ہے؟‘‘

دنیاوی نعمتیں امتحان ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس زندگی میں اموال و اولاد، جاہ و منزلت، اقتدار و منصب اور دیگر لذائذ میں سے ایسی ایسی عارضی خوشگوار نعمتیں اور ظاہری زیب و زینت کے سامان پیدا فرمائے ہیں جن کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ لہٰذا لوگوں میں کچھ کی نگاہ صرف ان نعمتوں اور زینتوں کی ظاہری شکل وصورت پر رہتی ہے اور وہ زیادہ سے زیادہ ان سے لطف اندوز ہونے میں لگے رہتے ہیں اور ان کی پوشیدہ حکمتوں کے بارے میں نہیں سوچتے اور نہ ان کے غلط استعمال کے انجام کی پروا کرتے ہیں بلکہ وہ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر آخرت کا سرے سے انکار ہی کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ قَالُوْٓا اِنْ ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ﴾ (الانعام : ٢٩)

’’اور وہ کہتے ہیں کہ ہماری جو دنیا کی زندگی ہے بس یہی (زندگی) ہے اور ہم (مرنے کے بعد) پھر زندہ نہیں کیے جائیں گے۔‘‘

ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سخت وعید سنائی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ لِقَآءَ نَا وَ رَضُوۡا بِالۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ اطۡمَاَنُّوۡا بِهَا وَ الَّذِیۡنَ هُمۡ عَنۡ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوۡنَ ○ اُولٰٓئِكَ مَاۡوٰهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوۡا یَكۡسِبُوۡنَ ﴾
(یونس : ۷۔۸)

''جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں اور وہ دنیا کی زندگی سے خوش اور اس پر مطمئن ہو بیٹھے ہیں اور ہماری نشانیوں سے غافل ہو رہے ہیں ان کا ٹھکانا ان (اعمال) کے سبب جو وہ کرتے ہیں دوزخ ہے۔''

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿ مَنۡ كَانَ یُرِیۡدُ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا وَ زِیۡنَتَهَا نُوَفِّ اِلَیۡهِمۡ اَعۡمَالَهُمۡ فِیۡهَا وَ هُمۡ فِیۡهَا لَا یُبۡخَسُوۡنَ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ لَیۡسَ لَهُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ اِلَّا النَّارُ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوۡا فِیۡهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴾ (ھود : ۱۵۔۱۶)

''جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت کے طالب ہوں ہم ان کے اعمال کا بدلہ انھیں دنیا ہی میں دے دیتے ہیں اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں (آتش جہنم) کے سوا اور کچھ نہیں اور جو عمل انھوں نے دنیا میں کیے سب برباد ہوئے اور جو کچھ وہ کرتے رہے سب ضائع ہوا۔''

انسان حیوان نہیں کہ اس کا حساب نہ ہو:

اس وعید و پھٹکار میں اس نظریہ کے جملہ حاملین شامل ہیں، چاہے وہ لوگ ہوں جو صرف حصول دنیا کے لیے اخروی اعمال کرتے ہیں جیسے منافقین اور ریاکار، یا اہل کفر والحاد جو سرے سے آخرت اور اس کے حساب کتاب پر ایمان ہی نہیں رکھتے جیسے زمانہ جاہلیت میں عام لوگوں کا حال تھا یا پھر آج کل کے باطل و فاسد نظام ہائے زندگی، جیسے سرمایہ داری، کمیونزم، سیکولرزم' الحاد وغیرہ، زندگی کے سلسلہ میں ان کی نگاہ مادیت سے آگے نہیں

بڑھتی، وہ ہر چیز کو حیوانات و بہائم کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو جب کہ یہ بہائم سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ اس لیے کہ انھوں نے عقل و آگہی سے کام لینا چھوڑ دیا ہے اور اپنی پوری طاقت کو مادیت کے حصول ہی کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ اپنا سارا وقت ایسی چیزوں کے حصول کے لیے ضائع کرتے ہیں جو پائیدار نہیں اور اپنے اس انجام کے لیے کچھ نہیں کرتے جو ان کا انتظار کر رہا ہے اور جس سے کسی حال میں ان کو چھٹکارا نہیں۔ حیوانات سے اس لیے بدتر ہیں کہ حیوانات کا کوئی ایسا انجام نہیں جس کا انھیں انتظار ہو اور نہ ان کے پاس عقل و آگہی ہے برخلاف ان انسانی حیوانات کے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ﴾ (الفرقان: ٤٤)

''یہ تو چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔''

دنیا کا عالم مگر دین کا جاہل:

اس طرح کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے گنوار و جاہل اور ان پڑھ لوگوں سے متصف کیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ﴾ (الروم: ٦-٧)

''لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے یہ تو دنیا کی ظاہری زندگی ہی کو جانتے ہیں اور آخرت کی طرف سے غافل ہیں۔''

اس نظریہ کے حاملین میں سے بہت سے اگرچہ دنیاوی علوم وفنون کے ماہر ہوتے ہیں لیکن باطنی طور پر حقیقی اعتبار سے یہ جاہل و گنوار ہی ہوتے ہیں۔ علما کی صف میں ان کو داخل کرنا صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ ان کا علم دنیاوی زندگی کی ظاہری چمک دمک سے تجاوز نہیں کرتا، اسے علم ناقص ہی کہہ سکتے ہیں، بلکہ علما کہلانے کے مستحق تو وہ حضرات ہیں جن کو اللہ

تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے، اس کی خشیت وخوف ان کے اندر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ﴾ (فاطر : ۲۸)

''اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے قارون اور اس کے خزانوں کے قصہ میں قارون کے مادی نقطہ نگاہ کا یوں تذکرہ فرمایا ہے:

﴿ فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴾ (القصص : ۷۹)

''تو (ایک روز) قارون (بڑی) آرائش (اور ٹھاٹ) سے اپنی قوم کے سامنے نکلا، جو لوگ دنیا کی زندگی کے طالب تھے، کہنے لگے کہ جیسا (مال ومتاع) قارون کو ملا ہے، کاش (ایسا ہی) ہمیں بھی ملے، وہ تو بڑا ہی صاحب نصیب ہے۔''

اس آیت کریمہ میں بیان ہوا ہے کہ مادی نقطہ نگاہ والوں نے قارون کی طرح بننے کی تمنا کی، اس پر رشک کیا اور اس کو بڑا نصیب والا گردانا، آج کافر ریاستوں کا یہی حال ہے، کافر ریاستوں میں جو دولت کی ریل پیل ہے، اقتصادی وصنعتی ترقی ہے اس کو دیکھ کر ہمارے بعض کمزور دل اور کمزور ایمان کے مسلمان بھائی ان کو پسندیدگی واستحسان کی نگاہ سے دیکھنے لگتے ہیں اور ان کے کفر وشرک اور برے انجام کی طرف للچائی ہوئی نگاہ سے دیکھنے لگتے ہیں اور ان کے کفر وشرک اور برے انجام کی طرف نگاہ نہیں دوڑاتے۔ اس کے نتیجہ میں لوگ کافروں اور ملحدوں کی تعظیم وتکریم کرنے لگتے ہیں اور ان کی بری عادتوں اور برے اخلاق کی نقل کرنے لگتے ہیں۔ ان کا فیشن اختیار کرنے لگتے ہیں، لیکن ان کی جدو جہد، کوشش ومحنت، ایجاد واختراع اور قوت وطاقت کی تیاری جیسی مفید چیزوں میں ان کی تقلید نہیں کرتے۔

❁ ... ❁ ... ❁

زندگی کے متعلق اسلامی نظریہ

زندگی کے بارے میں دوسرا نظریہ یا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ مال و دولت، جاہ و منصب، مادی قوت و طاقت اور تمام دنیاوی چیزیں اخروی اعمال کے وسائل سمجھے جائیں اور اس کے لیے ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔

دنیا فی ذاتہ بری چیز نہیں ہے، اس کی برائی واچھائی تو بندہ کے عمل سے ثابت ہوتی ہے کہ وہ اس کو کس نگاہ سے دیکھتا ہے؟ دراصل دنیا آخرت کا پل ہے، دنیا ہی سے جنت کا توشہ لیا جاتا ہے، جنت کی بہترین زندگی دنیا میں اچھی کھیتی ہی سے ملتی ہے۔ دنیا جدو جہد، جہاد و نماز، قیام و صیام اور خیرات و صدقات کا گھر ہے۔ اہل جنت سے اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا:

﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْئًا بِمَا اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴾ (الحاقة : ٢٤)

”جو (عمل) تم ایام گزشتہ میں آگے بھیج چکے ہو اس کے صلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔“

فصل دھم

جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے

جھاڑ پھونک:

اس میں منتر وغیرہ پڑھ کر مریضوں اور آفت زدگان پر پھونکا جاتا ہے جیسے بخار، مرگی، آسیب وغیرہ۔ اسے منتر بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

جائز اور مشروع دم:

جو شرک سے خالی ہو بایں طور پر کہ مریض پر قرآن میں سے کچھ پڑھ کر پھونکا جائے یا پھر اللہ تعالیٰ کے اسما وصفات کا نام لے کر مریض کے لیے پناہ مانگی جائے، یہ قسم جائز ہے، اس لیے کہ خود آپ ﷺ نے دم کیا ہے اور آپ ﷺ نے اس کی اجازت دی ہے بلکہ اس کا حکم بھی دیا ہے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ کہتے ہیں کہ ہم جاہلیت میں جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے لہٰذا ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِعْرِضُوا عَلَیَّ رُقَاکُمْ لَا بَاسَ بِالرُّقٰی مَا لَمْ یَکُنْ فِیْهِ شِرْکًا))[1]

”اپنی جھاڑ پھونک مجھ پر پیش کرو، اس میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ اس میں شرک نہ ہو۔“

---

[1] مسلم، کتاب السلام، باب لا باس بالرقی مالم یکن فیه شرك : ۲۲۰۰۔ ابوداود : ۳۸۸٦۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''جھاڑ پھونک کے جواز پر علما کا اجماع ہے، لیکن اس کے لیے تین شرطیں ہیں۔''

اول یہ کہ اس میں کلام الٰہی یا اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ یا صفات استعمال کیے گئے ہوں۔

دوسری یہ کہ وہ عربی زبان میں ہو اور اس کا مفہوم و معنیٰ واضح ہو۔

اور تیسری شرط یہ کہ جھاڑ پھونک کرنے والے اور کرانے والے دونوں کا یہ اعتقاد ہو کہ یہ چیزیں بذات خود مؤثر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوتی ہیں۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ جو کچھ پڑھنا ہے اسے پہلے پڑھ لیا جائے پھر مریض پر پھونکا جائے یا پانی مریض کو پلا دیا جائے۔

ممنوع اور ناجائز دم:

جھاڑ پھونک کی دوسری قسم وہ ہے جس میں شرک پایا جائے، اس طرح کے جھاڑ پھونک میں غیر اللہ سے مدد مانگی جاتی ہے، غیر اللہ سے دعا کی جاتی ہے، غیر اللہ کی دہائی دی جاتی ہے، غیر اللہ کو پکارا جاتا ہے، اس سے پناہ مانگی جاتی ہے، جیسے جن، فرشتے، انبیا یا صالحین کے ناموں کو پڑھ کر پھونکنا۔

اس میں کھلے طور پر غیر اللہ کو پکارا جاتا ہے، جو شرک اکبر ہے، یا پھر وہ عربی کے علاوہ دوسری زبانوں میں ہوتے ہیں، یا اس کے معنیٰ و مفہوم واضح نہیں ہوتے، ایسی صورت میں پورا اندیشہ رہتا ہے کہ اس میں شرکیہ وکفریہ کلمات ہوں اور پڑھنے والے کو اس کا علم نہ ہو لہٰذا اس طرح کے تمام جھاڑ پھونک ممنوع اور ناجائز ہیں۔

۲۔ تعویذ گنڈے:

تعویذ گنڈوں سے مراد وہ تعویذ ہیں جو بچوں کو نظر بد سے بچانے کے لیے ان کے گلے میں لٹکائے جاتے ہیں۔ تعویذ کی دو قسمیں ہیں:

قرآنی تعویذ:

وہ تعویذ جو قرآن سے تیار کیے گئے ہوں یعنی ان میں قرآن کی آیتیں لکھی گئی ہوں۔ یا ان میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات لکھے گئے ہوں اور شفا حاصل کرنے کے لیے وہ مریض کے بدن کے کسی حصہ میں باندھے جاتے ہوں یا اس کے گلے میں لٹکائے جاتے ہوں اس طرح کے تعویذ لٹکانے کے سلسلہ میں علما کا اختلاف ہے اور اس بارے میں ان کی دو رائے یا دو اقوال سامنے آئے ہیں۔

قول اول......''جائز ہیں'':

یہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا قول ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کردہ حدیث کا بھی ظاہری معنیٰ اسی پر دلالت کرتا ہے حضرت ابوجعفر الباقر، احمد ابن حنبل رحمہ اللہ نے بھی اس کی تائید کی ہے اور اس سے منع والی حدیث کو شرکیہ تعویذ پر محمول کیا ہے۔

قول ثانی......''جائز نہیں'':

دوسرا قول عدم جواز کا ہے یہ حضرت ابن مسعود، ابن عباس، حذیفہ، عقبہ بن عامر، ابن عکیم رضی اللہ عنہم وغیرہم کا قول ہے، بعض تابعین کا بھی یہی کہنا ہے، ان میں سے اصحاب ابن مسعود اور ایک روایت کے مطابق احمد بھی شامل ہیں، متاخرین نے پورے جزم کے ساتھ عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو دلیل بنایا ہے۔ حدیث ہے:

((سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الرُّقٰى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ))[1]

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جھاڑ پھونک، تعویذ گنڈے اور جنتر منتر میں شرک ہے۔''

---

[1] ابو داود، کتاب الطب، باب فی تعلیق التمائم: ۳۸۸۳۔

تِوَله (جادوئی منتر اور جڑی بوٹی) یہ ایک خاص جادوئی نسخہ ہے، جسے بعض لوگ اس خیال سے بناتے ہیں کہ یہ بیوی کو شوہر کی پیاری اور شوہر کی بیوی کا پیارا بناتا ہے۔

تین وجوہات کی بنا پر دوسرا قول ہی صحیح ہے۔

پہلی وجہ: کہ اس میں ہر طرح کے تعویذ سے عمومی طور پر روکا گیا ہے اور اس عموم کو خاص کرنے والی کوئی چیز موجود نہیں۔

دوسری وجہ: اس کے ذریعہ فتنہ وفساد کا راستہ ہی روک دیا جاتا ہے اس لیے کہ اس کے جواز کے بعد لوگ وہ چیزیں استعمال کرنے لگیں گے جو مباح نہیں۔

تیسری وجہ: جب قرآنی آیتوں سے تیار کردہ تعویذ لٹکایا جاتا ہے تو لٹکانے والے سے اس کی بے حرمتی ہو ہی جاتی ہے مثلاً وہ بیت الخلا یا استنجا کے وقت اسے اپنے پاس سے الگ نہیں کر پاتا۔[1]

دوسری قسم:

اس میں قرآن مجید کے علاوہ دوسری تمام لٹکانے والی چیزیں آجاتی ہیں، جیسے ٹھیکرے، ہڈیاں، سیپ، دھاگے، جوتیاں، کیلیں، شیاطین اور جنوں کے نام اور طلاسم وغیرہ، تعویذوں کی یہ قسم سراسر حرام ہے، اس میں کھلا شرک ہے، اس لیے کہ اس طرح کی چیزوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے اسما وصفات اور قرآنی آیات کی بجائے دیگر چیزوں کے نام لٹکائے جاتے ہیں۔

جب کہ حدیث کے الفاظ ہیں:

((مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِّلَ إِلَيْهِ))[2]

---

1. فتح المجید: ١٣٦۔
2. احمد: ٣١٠/٤۔ حاکم: ٢١٥/٤۔ شیخ احمد عبدالرحمن البناءؒ فرماتے ھیں کہ یہ روایت حسن درجہ سے کم نھیں۔ الفتح الربانی: ١٨٨/١٧۔

''جو شخص کسی چیز کو لٹکا تا ہے وہ اسی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ اس کو اسی چیز کے سپرد کر دیتا ہے اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ سے لو لگائے رہتا ہے، اس کی پناہ چاہتا ہے اور اپنے معاملات بھی اس کے سپرد کر دیتا ہے تو ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ خود کافی ہو جاتا ہے، اس کے ہر دور کو قریب کر دیتا ہے اور ہر مشکل کو آسان بنا دیتا ہے اور جو اس کے علاوہ دیگر مخلوقات، تعویذوں اور مقابر و مزارات کا سہارا لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں انھی کے سپرد کر دیتے ہیں جو اسے نفع نہیں پہنچا سکتے ہیں، اس کی وجہ سے اس کا عقیدہ بھی جاتا ہے اور اللہ سے اس کے تعلقات بھی ختم ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ لہٰذا ایک مسلمان کو سب سے پہلے اپنے عقیدہ کی حفاظت کرنی چاہیے اور کوئی ایسا عمل نہیں کرنا چاہیے جس سے اس کا عقیدہ بگڑتا ہو یا اس میں انحراف پیدا ہوتا ہو، لہٰذا ناجائز دوائیں استعمال نہ کریں، نجومیوں، کاہنوں اور شعبدہ بازوں کے پاس ہرگز ہرگز نہ جائیں، اس لیے کہ یہ لوگ آدمی کو اچھا کرنے کے بجائے اس کے دل کو اور بیمار کر دیتے ہیں اور اس کے عقیدہ کو بگاڑ دیتے ہیں، لیکن جو اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتا ہے وہ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔

اس طرح کے تعویذ بعض حضرات خود اپنے اوپر ڈال لیتے ہیں جب کہ انہیں جسمانی طور پر کوئی مرض نہیں ہوتا بلکہ یہ خیالی و وہمی مریض ہوتے ہیں، جیسے نظر بد، حسد سے خوف وغیرہ، کچھ لوگ تو اپنی گاڑی، جانور، گھر کے دروازہ اور دوکان پر تعویذ لٹکاتے ہیں، یہ سب عقیدہ کی کمزوری ہے، اللہ تعالیٰ پر توکل کی کمزوری ہے اور عقیدہ و اعتقاد میں کمزوری پیدا ہو جانا ہی دراصل سب سے بڑی بیماری ہے جس کا فوری علاج از حد ضروری ہے جو توحید کی معرفت اور عقیدہ صحیحہ کے علم ہی سے ہو سکتا ہے۔

فصل یازدھم

غیر اللہ کی قسم، مخلوق کا وسیلہ اور دہائی کے احکام

غیر اللہ کی قسم کھانا:

قسم کو عربی میں ''حلف'' کہا جاتا ہے، اس سے مراد ہے کسی حکم و فیصلہ کو پختہ کرنے کے لیے خصوصی طور پر کسی بڑے عظیم شخص یا چیز کا نام لینا، چونکہ غایت درجہ کی تعظیم کا مستحق صرف اللہ ہے، اس لیے اس کے علاوہ کسی دوسرے کی قسم کھانا یا قسم کے وقت نام لینا جائز نہیں ہے۔

علمائے کرام کا اس پر اجماع ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے اسما وصفات ہی کی قسم کھائی جا سکتی ہے، اسی طرح اس بات پر بھی اجماع ہے کہ غیر اللہ کی قسم کسی حال میں جائز نہیں، اس لیے کہ یہ کھلا شرک ہے، اس سلسلہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت بہت ہی واضح ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ)) [1]

''جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر یا شرک کیا۔''

---

[1] ترمذی، ابواب النذور والأیمان، باب ماجآء فی أن من حلف بغیر اللہ فقد أشرک : ۱۵۳۵۔ ابوداود : ۳۲۵۱۔ ارواء الغلیل : ۲۵۶۱۔

شرک اصغر، شرک اکبر بن جاتا ہے:

''یہ شرک اصغر ہے لیکن اگر جس کی قسم کھائی جائے وہ قسم کھانے والے کے نزدیک بہت ہی معزز ہستی ہو اور اس کے نزدیک اس کی عبادت جائز ہو تو اس کی قسم کھانا شرک اکبر ہے، جیسا کہ آج ہمارے قبر پرستوں کا حال ہے، یہ لوگ صاحب قبر سے جتنا ڈرتے ہیں اتنا اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے اور اس کی اتنی تعظیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نہیں کرتے لہٰذا ان میں سے کسی کو اگر کسی ولی کی قسم کھانے کا کہا جائے تو اس کی قسم نہیں کھاتا جب تک وہ اپنی قسم میں سچا نہ ہو اور اگر اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے کا کہا جائے تو کھالیتا ہے اگر چہ وہ جھوٹا ہی کیوں ہو، دراصل جس کی قسم کھائی جاتی ہے اس کی بے حد تعظیم وتکریم ہوتی ہے اور اس طرح کی تعظیم اور تکریم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو زیب دیتی ہے۔

قسموں کی حفاظت کرو:

اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے میں بھی بہت زیادہ احتیاط برتنے کی ضرورت ہے اور ہر جگہ اور ہر موقع پر اس کا استعمال نہیں کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ لَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ﴾ (القلم : ١٠)
''اور کسی ایسے شخص کے کہے میں نہ آجانا جو بہت قسمیں کھانے والا ذلیل ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿ وَ احْفَظُوْا اَيْمَانَكُمْ ﴾ (المائدة : ٨٩)
''اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔''

یعنی بوقت ضرورت اور سچائی و نیکی کے معاملہ ہی میں قسم کھاؤ، اس لیے کہ بہت زیادہ قسم کھانا اور جھوٹی قسم کھانا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مذاق کرنے کے مترادف ہے جو کمال توحید

کے سراسر خلاف ہے، ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَ لَا يُزَكِّيهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ)) ①

''تین اشخاص سے اللہ تعالیٰ بات نہیں کرے گا اور نہ انھیں پاک و صاف کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔''

اسی حدیث میں آگے یوں آیا ہے:

((وَ رَجُلٌ جَعَلَ اللّٰهَ بِضَاعَتَهُ لَا يَشْتَرِيْ اِلَّا بِيَمِيْنِهِ لَا يَبِيْعُ اِلَّا بِيَمِيْنِهِ))

''اور وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کو اپنا سامان فروختنی بنا لیا، لہٰذا وہ جب کچھ بیچتا ہے تو اس کی قسم کھا کر اور خریدتا ہے تو اسی کی قسم کھا کر۔''

زیادہ قسم کھانے کی جو وعید آئی ہے، اس سے صاف پتا چلتا ہے کہ زیادہ قسم کھانا حرام ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی اور اسما وصفات مقدسہ کی تعظیم و تکریم مخدوش نہ ہو۔

اسی طرح اللہ کی جھوٹی قسم کھانا بھی حرام ہے، اسے یمین غموس بھی کہا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے وصف میں فرمایا ہے کہ یہ لوگ حقیقت حال سے واقف ہونے کے باوجود جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔

خلاصہ کلام

❶ غیر اللہ جیسے کعبہ مشرفہ یا نبی کریم ﷺ کی قسم کھانا حرام ہے اور شرک بھی۔

❷ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھانا بھی حرام ہے اور اسے یمین غموس کہتے ہیں۔

❸ اللہ تعالیٰ کی بکثرت قسم کھانا حرام ہے چاہے قسم سچی ہی کیوں نہ ہو اس لیے کہ بلا

❶ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار والمن بالعطية :١٠٦۔ ترمذی : ١٢١١۔ ابوداود: ٤٠٨٧۔

ضرورت قسم کھانا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مذاق کرنا ہے۔

❹ ضرورت کے وقت سچائی کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھانا جائز ہے۔

وسیلہ اور اس کی اقسام

اللہ کے تقرب کے لیے مخلوق کا توسل:

توسل کے معنیٰ کسی چیز سے قریب ہونے اور پہنچنے کے ہیں اور وسیلہ قربت کو کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ ابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡهِ الۡوَسِیۡلَةَ ﴾ (المائدة : ۳۵)

''اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ تلاش کرتے رہو۔''

تو وسیلہ کا مطلب ہوا: ''اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر کے اس سے قریب ہونا۔''

وسیلہ، جو جائز ہے:

مشروع وسیلہ کی بھی چند اقسام ہیں:

ا: اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے ذریعہ اس کا تقرب حاصل کرنا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لِلّٰهِ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی فَادۡعُوۡهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِیۡنَ یُلۡحِدُوۡنَ فِیۡۤ اَسۡمَآئِهٖ سَیُجۡزَوۡنَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ۝ ﴾ (الاعراف : ۱۸۰)

''اور اللہ کے سب نام اچھے ہی اچھے ہیں تو اس کو اس کے ناموں سے پکارا کرو اور جو لوگ اس کے ناموں میں کجی (اختیار) کرتے ہیں ان کو چھوڑ دو، وہ جو کچھ کر

رہے ہیں عنقریب اس کی سزا پائیں گے۔"

ب: سابقہ ایمان اور اپنے اعمال صالحہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنا جنھیں وسیلہ چاہنے والا بجالا چکا ہے، اہل ایمان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خبردی ہے، وہ کہتے ہیں:

﴿ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْعَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴾ (آل عمران : ۱۹۳)

"اے ہمارے پروردگار! ہم نے ایک ندا کرنے والے کو سنا کہ وہ ایمان کے لیے پکار رہا تھا (کہ اپنے) پروردگار پر ایمان لے آؤ، تو ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیوں کو ہم سے محو کر اور ہم کو دنیا سے نیک بندوں کے ساتھ اٹھا۔"

اور جیسا کہ ان تین اشخاص کے متعلق حدیث میں آیا ہے جن پر چٹان کھسک آئی تھی اور ان کی غار کا دروازہ بند ہوگیا تھا، وہ نکل نہیں پارہے تھے لہٰذا انھوں نے نیک اعمال کا توسل اختیار کیا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان سے چٹان کو کھسکا دیا اور وہ اس سے نکل آئے۔

ج: اللہ تعالیٰ کا توسل بذریعہ توحید جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے کیا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (الانبیاء : ۸۷)

"آخر اندھیرے میں انھوں نے (اللہ کو) پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے۔"

ہ: اللہ تعالیٰ کا توسل اپنی کمزوری و ناتوانی، ضرورت وفقر کے اختیار کے ذریعہ حاصل کرنا جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا تھا۔ آیت کریمہ ہے:

﴿ اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ ﴾ (الانبیاء : ۸۳)

''مجھے ایذا ہو رہی ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔''

۶: اللہ تعالیٰ کا توسل وتقرب زندہ بزرگوں اور صالحین کی دعاؤں کے ذریعہ بھی حاصل کیا جا سکتا ہے جیسا کہ صحابہ کرام کیا کرتے تھے کہ جب خشک سالی آتی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم مکرم حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کی درخواست کرتے تھے اور آپ ان کے لیے دعا کرتے تھے۔ [1]

ز: اللہ تعالیٰ کا توسل اپنے گناہوں کے اعتراف کے ذریعہ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ فَاغۡفِرۡ لِیۡ ﴾ (القصص : ۱۶)

''بولے کہ اے پروردگار! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا، تو مجھے بخش دے۔''

ناجائز اور غیر مشروع وسیلہ:

بیان کردہ مذکورہ بالا جائز توسل کے علاوہ جو بھی طریقہ وسیلہ کے لیے اختیار کیا جائے گا وہ ناجائز ہوگا، جیسے مردوں سے دعا اور سفارش اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ عالیہ کے ذریعہ توسل وغیرہ، ناجائز توسل کی بھی متعدد قسمیں ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

مُردوں سے مانگنا:

اس لیے کہ مردہ دعا پر قدرت نہیں رکھتا ہے جیسا کہ وہ زندگی میں رکھتا تھا، لہٰذا مردوں سے سفارش طلب کرنا بھی جائز نہیں ہے، اس لیے کہ حضرت عمر بن الخطاب، حضرت معاویہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خشک سالی کے موقعوں پر استسقاء کے لیے سفارش اور وسیلہ کے لیے

[1] بخاری۔

انھی حضرات کے پاس گئے جو اس وقت زندہ تھے جیسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت یزید بن الاسود وغیرہما، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روضہ اطہر کے پاس یا روضہ اطہر کے باہر استسقاء کی درخواست نہیں کی بلکہ دوسری زندہ ہستی کی خدمت میں گئے، جیسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ، یزید رضی اللہ عنہ وغیرہما ایسے ہی ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی تھی۔

اے اللہ! ہم پہلے اپنے نبی کے ذریعہ تیری قربت چاہتے تھے تو تو ہمیں پلاتا تھا، اب ہم اپنے نبی کے چچا کے توسل سے اس کی درخواست کرتے ہیں لہٰذا ہمیں پلا۔

یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا توسل اختیار کیا، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل جائز نہیں تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسا بھی کر سکتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کے پاس آتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے جو طلب کرنا ہوتا کرتے لیکن چونکہ یہ جائز نہیں تھا، اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا نہیں کیا۔

لہٰذا جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا نہیں کیا تو اس سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ مردوں کا توسل اختیار کرنا صحیح نہیں ہے، نہ ان کی دعا کے ذریعہ اور نہ ان کی سفارش کے ذریعہ ہی۔ اگر توسل و سفارش اور دعا کے معاملہ میں مردہ اور زندہ برابر ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر آپ کے عم مکرم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ نہ پکڑتے، جو بہرحال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ بلند کو نہیں پہنچ سکتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی دوسرے کے مقام و منصب سے توسل؟

اس سلسلہ کی جو حدیث بیان کی جاتی ہے، وہ یوں ہے:

((إِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوْهُ بِجَاهِيْ، فَإِنَّ جَاهِيْ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْم))

''جب تم اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگو تو میری جاہ وعزت کے وسیلہ سے مانگو، اس لیے کہ میری جاہ ومنزلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ ہے۔''

یہ حدیث سراسر موضوع اور جھوٹی ہے، معتبر کتب حدیث میں نہیں ملتی اور نہ کسی محدث اور عالم دین نے اسے حدیث کہا ہے، لہٰذا اس کی بنیاد پر کوئی عمل جائز نہیں ہے اس لیے کہ عبادات کے اثبات کے لیے قرآن وحدیث میں کسی صریح دلیل کی ضرورت ہوئی ہے۔

مخلوق میں سے کسی کی ذات کا توسل:

یہ توسل بھی جائز نہیں۔اس لیے کہ یہ کھلا شرک ہے، اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے کسی بندے کا وسیلہ پکڑنا صحیح نہیں ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے سوال کو دعا کی قبولیت کا سبب نہیں بنایا اور نہ اپنے بندے کے لیے اسے جائز ہی قرار دیا ہے۔

مخلوق کا توسل کیوں جائز نہیں؟

اولاً: اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی حق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بے شمار فضل واحسان ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (الروم : ٤٧)

''اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم تھی۔''

اطاعت گزار کو جو جزا ملتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وانعام سے ہے، یہاں بدلہ وعوض کا معاملہ نہیں ہوتا، جیسے کہ مخلوق کے مابین عام طور سے ہوتا ہے۔

ثانیاً: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی مخلوق کو فضل وانعام کا جو حق پہنچتا ہے یہ خصوصی حق ہے غیر کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، لہٰذا اگر کوئی غیر مستحق شخص مستحق شخص کے توسل سے

یہ حق حاصل کرنا چاہے تو یہ ایک بیرونی معاملہ سے توسل چاہنے والا معاملہ ہوگا اور یہ عمل اس کو کچھ فائدہ پہنچانے والا نہیں، جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

''میں سائلین کے حق کے ذریعہ سوال کرتا ہوں۔''

تو یہ حدیث بھی صحیح نہیں ہے، یہ سب محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، جیسا کہ بعض محدثین نے فرمایا:

''جس حدیث کا درجہ یہ ہو اس کو عقیدہ جیسے اہم معاملہ میں دلیل بنانا صحیح نہیں ہے۔''

پھر اس میں کسی خاص شخص کے حق کا تذکرہ نہیں ہے، بلکہ عام طور پر سائلین کے حق کا واسطہ دیا گیا ہے اور سائلین کا حق ہے کہ ان کی مرادیں پوری ہوں، جیسے اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔

پھر یہ ایسا حق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خود سے اپنے اوپر واجب قرار دیا ہے، کسی دوسرے نے اللہ پر واجب قرار نہیں دیا، لہٰذا اس سے توسل حاصل کرنا خود اللہ تعالیٰ کے سچے وعدہ کے ذریعہ توسل حاصل کرنا ہے نہ کہ کسی مخلوق کے حق کے ذریعہ۔

مخلوق کو پکارنے اور اس سے مدد چاہنے کی شرعی حیثیت

''استعانت'' کہتے ہیں مدد چاہنے اور کسی معاملہ میں کسی سے تائید وتقویت حاصل کرنے کو۔

''استغاثہ'' کہتے ہیں، کسی پریشانی و شدت کو دور کرنے کی درخواست کرنے کو، لہٰذا مخلوق سے استعانت و استغاثہ کی دو قسمیں ہیں۔

جائز استعانت:

جتنا مخلوق کے بس میں ہے اتنا ہی اس سے طلب کیا جائے، یہ جائز ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ﴾ (المائدة : ٢)

''اور نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں بھی فرمایا:

﴿ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ ﴾

(القصص : ١٥)

''تو جو شخص ان کی قوم میں سے تھا اس نے دوسرے شخص کے مقابلے میں جو موسیٰ کے دشمنوں میں سے تھا، موسیٰ سے مدد طلب کی۔''

جنگ وغیرہ کے موقعوں پر بھی ایک شخص اپنے انصار واعوان کو اسی طرح کے تعاون اور مدد کے لیے پکارتا ہے۔

ناجائز استعانت:

جومخلوق کے بس میں نہ ہوصرف اللہ تعالیٰ ہی اس پر قدرت رکھتا ہو اس کومخلوق سے مانگنا ناجائز ہے، جیسے مردوں سے استغاثہ کرنا یا مدد مانگنا یا زندوں سے ایسی چیز طلب کرنا جس پرصرف اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے، جیسے مریضوں کی شفا یابی، مصائب کا ازالہ، تکلیف دور کرنا، اسی طرح مخلوق سے کچھ مانگنا جائز نہیں، یہ شرک اکبر ہے، رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک منافق مسلمانوں کو بہت پریشان کیا کرتا تھا منافق کی شرارت دیکھ کر ایک مسلمان نے کہا چلو اس منافق کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ کریں، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّهُ لَا يُقَامُ لِيْ اِنَّمَا يُقَامُ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى))[1]

''مدد طلب کرنے کے لیے میرے لیے نہیں کھڑا ہوا جاسکتا بلکہ صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے۔''

رسول اللہ ﷺ نے اپنے حق میں اس طرح کے الفاظ استعمال کرنے کو ناپسند فرمایا جب کہ آپ ﷺ اس پر قادر تھے لیکن صرف توحید خالص کی حفاظت اور شرک کی راہوں کو بند کرنے کے لیے اور اپنے رب کے سامنے تواضع، انکساری اور اپنی امت کو اقوال و افعال میں وسائل شرک سے بچانے کے لیے آپ نے ایسا فرمایا۔

اپنی زندگی میں اس پر قدرت رکھنے کے باوجود جب آپ ﷺ نے یہ فرمایا تو پھر آپ ﷺ کی وفات کے بعد اس کی جرأت کیسے کی جا سکتی ہے؟ اور آپ ﷺ سے وہ چیزیں کیسے طلب کی جاسکتی ہیں جن پر آپ ﷺ قادر ہی نہیں ہیں۔ پھر جب یہ چیزیں آپ ﷺ سے

[1] مسند احمد: ۳۱۷/۵۔

مانگنا جائز نہیں تو کسی ولی یا بزرگ یا غیر کے ساتھ کیسے جائز ہو سکتی ہیں؟

❁ ... ❁ ... ❁

الباب ثالث

رسول اللہ ﷺ، اہل بیت اور صحابہ کرام کے متعلق عقیدہ

فصل اول: رسول اللہ ﷺ کی محبت و تعظیم ہر مسلمان پر واجب ہے

فصل دوم: نبی کریم ﷺ کی اطاعت اور پیروی کا جواب

فصل سوم: سید البشر، نبی رحمت، رسول اکرم ﷺ پر درود وسلام

فصل چہارم: فضیلت اہل بیت اور بلا افراط وتفریط ان سے محبت

فصل پنجم: فضائل صحابہ اوران کے باہمی اختلافات میں اہل سنت کا موقف

فصل ششم: صحابہ کرام اور ائمہ عظام کو برا کہنے سے بچنا

فصل اول

رسول اللہ ﷺ کی محبت و تعظیم ہر مسلمان پر واجب ہے

اولیں محبت کا حقدار منعم حقیقی ہے: بندے کے لیے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی محبت ضروری ہے، یہ عبادت کی سب سے بڑی قسم ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ﴾ (البقرة: ١٦٥)

''لیکن جو ایمان والے ہیں وہ تو اللہ ہی کے سب سے زیادہ دوست ہیں۔''

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہی بندوں کا منعم حقیقی ہے، جس نے ساری ظاہری و باطنی نعمتوں سے بندوں کو نوازا ہے ، اللہ تعالیٰ سے محبت کے بعد اس کے رسول حضرت محمد ﷺ سے محبت کرنا واجب ہے، اس لیے کہ آپ ﷺ نے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی، اس کی معرفت سے ہمکنار کیا، اس کی شریعت پہنچائی اور اس کے احکامات بیان فرمائے، آج مسلمانوں کو دنیا اور آخرت کی جو بھلائی حاصل ہے وہ اسی رسول رحمت کی بدولت حاصل ہے،کوئی بھی شخص آپ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوسکتا، ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ ، أَنْ يَكُونَ اللّٰهُ وَ رَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَ أَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ ، وَ أَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ ، كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي

النَّارِ))①

''جس شخص میں تین چیزیں ہوں گی وہ ایمان کی مٹھاس پالے گا، وہ یہ کہ اس کے رسول اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوں اور وہ جس کسی سے محبت کرتا ہو تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے کرتا ہو اور کفر کی طرف لوٹنا اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس سے نکالا ہے ایسا ہی ناپسند کرتا ہو جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔''

محبت رسول ﷺ اللہ کی محبت کے تابع ہے:

اس حدیث سے پتا چلا کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع ہے اور اس کے ساتھ لازم ہے اور رتبہ کے اعتبار سے دوسرے درجہ پر ہے۔

آپ ﷺ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر تمام محبوب چیزوں سے آپ ﷺ کی محبت کو مقدم رکھنے سے متعلق حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

((لَا یُؤْمِنُ أَحَدُ کُمْ حَتّٰی أَکُوْنَ أَحَبَّ إِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِیْنَ))②

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک پکا مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

سب سے بڑھ کر محبت:

بلکہ ایک حدیث میں تو یوں آیا ہے:

''ایک مومن کے لیے ضروری ہے کہ آپ ﷺ کو اپنے نفس سے زیادہ محبوب

① بخاری، کتاب الایمان، باب حلاوة الایمان: ۱۶۔

② بخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان: ۱۵۔

رکھے۔"

((أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ لَهُ: لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللّٰهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي فَقَالَ النَّبِيُّ: أَلْآنَ يَا عُمَرُ))[1]

"حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ میرے نزدیک دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر محبوب ہیں سوائے اپنی جان کے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب تک میں تمھارے نفس سے زیادہ تمھارا محبوب نہ بن جاؤں بات نہیں بنے گی، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (فوراً) عرض کی: اللہ کی قسم! اب آپ مجھے میرے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب بات بنی ہے اے عمر۔"

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واجب ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے علاوہ دنیا کی ہر چیز کی محبت پر مقدم ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع اور اس کو لازم ہے، اس لیے یہ محبت بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے اور اسی کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت مومن کے دل میں جتنی بڑھے گی اتنی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھے گی اور اللہ تعالیٰ کی محبت اگر گھٹے گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی گھٹے گی اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ سے محبت رکھے گا وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی محبت رکھے گا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان کی تعظیم وتوقیر میں کوئی کسر نہ اٹھا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کان یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ٦٦٣٢۔

رکھیں اور انھی کی اتباع کریں، ان کے قول کو ہر قول سے مقدم رکھیں اور ان کی سنت کی بہت زیادہ تعظیم کریں۔

ابن قیم رحمہ اللہ کی وضاحت:

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''انسان سے محبت اور اس کی تعظیم اگر اللہ سے محبت اور اس کی تعظیم کے تابع ہے تو وہ جائز ہے، جیسے رسول اللہ ﷺ سے محبت اور آپ ﷺ کی تعظیم، آپ کی یہ محبت و تعظیم دراصل آپ کو رسول بنا کر بھیجنے والے کی محبت اور اس کی تعظیم کی تکمیل ہے، آپ ﷺ کی امت آپ سے اس لیے محبت کرتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کی تعظیم و تکریم کرتی ہے، آپ ﷺ سے محبت اللہ تعالیٰ سے محبت کا ایک جزو ہے یا اللہ تعالیٰ سے محبت کا نتیجہ ہے۔

میرے بیان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی شخصیت میں اتنی محبت اور رعب ڈال دیا تھا کہ خود بخود لوگ آپ سے محبت کرتے اور ہیبت کھاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی انسان کسی انسان کے لیے اتنا محبوب، موقر و بارعب نہیں جتنا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک محبوب، موقر اور بارعب تھے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد کہا تھا:

> قبول اسلام سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مبغوض شخص میرے نزدیک کوئی نہ تھا، لیکن اب قبول اسلام کے بعد رسول اللہ ﷺ سے محبوب اور موقر شخص میرے نزدیک کوئی نہیں، اگر مجھ سے آپ ﷺ کی تعریف کے لیے کہا جائے تو میں کچھ نہیں بول سکتا اس لیے کہ آپ ﷺ کی توقیر و اجلال میں کبھی آپ ﷺ کو جی بھر کے نہیں دیکھ سکا۔

عروہ بن مسعود کا مشاہدہ:

حضرت عروہ بن مسعود نے قریش سے کہا تھا:

اے لوگو! اللہ کی قسم میں قیصر و کسریٰ اور دیگر شاہان مملکت کے دربار میں گیا ہوں لیکن کسی کو بھی ایسا نہیں پایا کہ اس کے احباب و اصحاب اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم محمد ﷺ کے احباب و اصحاب ان کی کرتے ہیں، اللہ کی قسم! وہ ان کی تعظیم و تکریم اور اجلال و رعب میں ان سے نظر نہیں ملا پاتے، جب وہ تھوکتے ہیں تو تھوک کسی صحابی کی ہتھیلی ہی میں پڑتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور سینے پر مل لیتے ہیں اور آپ (ﷺ) جب وضو کرتے ہیں تو وہ وضو کے پانی کے لیے آپس میں لڑ پڑتے ہیں۔ [1]

[1] جلاء الافہام: ۱۲۰۔۱۲۱۔

رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں افراط و تفریط سے ممانعت:

غلو کیا ہے؟ 'غُلو' کہتے ہیں حد پار کر جانے کو، کوئی شخص جب قدر و اندازہ میں حد سے آگے بڑھ جاتا ہے تو اس کے لیے غلو کا لفظ استعمال ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ ﴾ (النساء: ۱۷۱)

''اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو۔''

اور ''اِطراء'' کہتے ہیں کسی کی تعریف میں حد سے آگے بڑھ جانے اور اس میں جھوٹ ملانے کو، رسول اللہ ﷺ کے حق میں غلو کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی قدر و منزلت کی تعیین میں حد سے تجاوز کیا جائے، با ایں طور کہ آپ کو عبدیت و رسالت کے رتبہ سے بڑھا دیا جائے اور کچھ الٰہی خصائص و صفات آپ کی طرف منسوب کر دیے جائیں، مثلاً آپ ﷺ کو پکارا جائے، آپ ﷺ کو مدد کے لیے کہا جائے، آپ ﷺ سے استغاثہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے بجائے آپ ﷺ کی قسم کھائی جائے۔

محبت رسول میں مبالغہ:

اسی طرح آپ ﷺ کے حق میں مبالغہ سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی مدح و توصیف میں اضافہ کر دیا جائے، اس سے آپ ﷺ نے خود روک دیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُطْرُوْنِی كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ))①

''میری حد سے زیادہ تعریف نہ کیا کرو، جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریم کے بارے میں کیا، بے شک میں ایک بندہ ہوں لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو۔''

یعنی باطل اوصاف سے میری تعریف نہ کرنا اور میری تعریف میں غلو نہ کرنا، جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں غلو کیا ہے کہ ان کو الوہیت کے درجہ تک پہنچا دیا، دیکھو! تم میری اس طرح تعریف کرو، جس طرح میرے رب نے میری تعریف کی ہے، لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور اللہ کا رسول کہا کرو، یہی وجہ ہے کہ ایک صحابی نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سید ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سید تو اللہ تعالیٰ ہے اور جب اس نے کہا کہ ہم میں سے افضل اور باعتبار طاقت وقوت آپ سب سے بڑے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس طرح کی تعریف میں کوئی حرج نہیں، جو چاہو کہو لیکن دیکھو! اس معاملہ میں شیطان تمہیں حد سے نہ بہکا دے۔②

اسی طرح کچھ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

اے اللہ کے رسول! اے ہم میں سے سب سے بہتر اور ہم میں سے سب سے بہتر کے بیٹے اور ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے! یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا بِقَوْلِكُمْ وَ لَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ ، أَنَا مُحَمَّدٌ

---

① بخاری، کتاب احادیث الانبیاء ، باب قول اللہ تعالیٰ : ”واذکر فی الکتاب مریم اذانتبذت من اھلھا“ : ۳۴۴۵۔

② ابوداوٗد، کتاب الادب، باب فی کراھیۃ التمادح : ۴۸۰۶۔

عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهُ، مَا أَحِبُّ أَنْ تَرْفَعُوْنِیْ فَوْقَ مَنْزِلَتِیَ الَّتِیْ أَنْزَلَنِیَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ))[1]

''لوگو! میرے متعلق اس طرح کی باتیں کہہ سکتے ہو لیکن دیکھو شیطان تمھیں بہکا نہ دے، میں محمد ہوں، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول، میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے اپنی اس قدر و منزلت سے آگے بڑھا دو جس پر اللہ رب العزت نے مجھے فائز کر رکھا ہے۔''

احتیاط لازم ہے:

رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے ''ہمارے سردار'' ''ہم میں سے سب سے اچھے'' ''ہم میں سے سب سے افضل و اعظم'' جیسے الفاظ اور ایسی تعریف کو ناپسند فرمایا ہے، جب کہ واقعہ میں آپ ﷺ علی الاطلاق تمام مخلوق میں سب سے افضل و اشرف ہیں لیکن آپ ﷺ نے لوگوں کو یہ کہنے سے صرف اس لیے روک دیا تھا کہ آپ ﷺ کے بارے میں لوگ غلو اور مبالغہ میں نہ پڑ جائیں تاکہ توحید کی حفاظت ہو سکے، آپ ﷺ نے اپنے آپ کو صرف دو صفتوں سے متصف کرنے کی ہدایت کی ہے، جو دراصل بندہ کے لیے عبدیت کا سب سے بڑا رتبہ ہے اور جن میں غلو و مبالغہ نہیں ہے اور نہ عقیدہ کے لیے کوئی خطرہ ہے، وہ دو صفتیں ہیں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول، وہ قدر و منزلت جس پر رب العالمین نے آپ ﷺ کو فائز کر رکھا ہے، اونچا کرنے کو ناپسند فرمایا ہے، آج بہت سے لوگ آپ ﷺ کے اس فرمان کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں، کھلے عام آپ ﷺ کو مدد کے لیے پکارتے ہیں، آپ ﷺ سے استغاثہ کرتے ہیں، آپ ﷺ کی قسم کھاتے ہیں اور آپ ﷺ سے وہ چیزیں مانگتے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگی جاتی ہیں۔

اس طرح کی مخالفتیں میلادوں، نعتیہ کلاموں اور نظموں میں خوب خوب ہو رہی ہیں،

---

[1] مسند احمد: ۳/۱۵۷،۲۴۹/۳ـ نسائی، فی عمل الیوم واللیلہ: ۲۴۸،۲۴۹ـ

اس طرح کے لوگ اللہ تعالیٰ کے حق اور رسول اللہ ﷺ کے حق میں کوئی تمیز نہیں کرتے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اس حقیقت کو اپنے ایک قصیدہ نونیہ میں یوں بیان کیا ہے:

''اللہ تعالیٰ کا ایک حق ہے، جو دوسرے کا نہیں ہوسکتا اور اس کے بندے کا ایک حق ہے، یہ دو حق ہوئے ان دونوں کو بغیر تمیز و امتیاز کے ایک نہ بناؤ۔''

رسول اللہ ﷺ کی قدر و منزلت

جائز تعریف درست ہے:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی جیسی تعریف کی ہے اور آپ ﷺ کو جس قدر و منزلت سے نوازا ہے اتنی تعریف کرنے اور اس رتبہ کو بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بڑے رتبہ اور عالی مقام سے نوازا ہے، آپ ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، تمام مخلوقات میں آپ ﷺ سب سے اچھے اور سب سے افضل ہیں، آپ ﷺ تمام انسانوں کے لیے رسول ہیں، جن و انس کے ہر فرد کے لیے آپ ﷺ نبی اور رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں، آپ ﷺ رسولوں میں بھی سب سے افضل ہیں، نبیوں کے خاتم ہیں، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، آپ ﷺ کے سینہ کو اللہ تعالیٰ نے کھول دیا تھا، آپ ﷺ کے ذکر کو اللہ تعالیٰ نے بلند فرمایا ہے اور آپ ﷺ کے احکامات کی نافرمانی کرنے والوں کے لیے ہر طرح کی ذلت و رسوائی ہے، آپ ﷺ مقام محمود کے مالک ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے متعلق فرمایا:

﴿ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴾ (الاسراء: ۷۹)

''قریب ہے کہ اللہ آپ کو مقام محمود میں داخل کرے۔''

مقام محمود سے مراد وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو قیامت کے دن لوگوں کی شفاعت کے لیے کھڑا کرے گا، تاکہ انھیں ان کا رب اس موقع کی پریشانی و شدت سے

آرام پہنچائے، یہ بہت ہی خاص مقام ہے جو صرف آپ ﷺ ہی کو عطا ہوگا، آپ ﷺ کے علاوہ کسی نبی کو بھی یہ مقام عطا نہ ہوگا۔

ادب پہلا قرینہ ہے:

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے اور اللہ کا سب سے زیادہ لحاظ کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سامنے آواز بلند کرنے سے خود لوگوں کو روک دیا ہے اور ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو آپ ﷺ کے سامنے اپنی آواز پست رکھتے ہیں:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

(الحجرات : ۲۔۵)

''اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے بولتے ہو، (اس طرح) ان کے رو برو زور سے نہ بولا کرو، (ایسا نہ ہو) کہ تمھارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمھیں خبر بھی نہ ہو، جو لوگ اللہ کے پیغمبر کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں، اللہ نے ان کے دل تقویٰ کے لیے آزما لیے ہیں، ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے جو لوگ تم کو حجروں سے باہر آواز دیتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کیے رہتے، یہاں تک کہ آپ خود نکل کر ان کے پاس آتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ تو بخشنے والا

مہربان ہے۔''

ابن کثیر رحمہ اللہ کا فرمان:

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

''یہ وہ آیات کریمہ ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو رسول اللہ ﷺ کی توقیر و تعظیم اور اجلال و اکرام کا معاملہ کرنے کے آداب سکھائے ہیں، ان کو بتایا ہے کہ وہ آپ کے سامنے اپنی آواز بلند نہ کریں، نام لے کر آپ ﷺ کو کوئی شخص نہ پکارے، جیسا کہ عام لوگ پکارے جاتے ہیں، لہٰذا ''اے محمد (ﷺ)'' نہیں کہا جائے گا۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا ﴾ (النور : ٦٣)

''مومنو! پیغمبر کے بلانے کو ایسا خیال نہ کرنا جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔''

خود اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ''اے نبی! اے رسول!'' کے القاب سے پکارا[1] ہے اور اللہ تعالیٰ اور فرشتوں نے آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آپ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِىِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَ سَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا ﴾ (الاحزاب: ٥٦)

''اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں، مومنو! تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجا کرو۔''

---

[1] قرآن مجید میں چار مقامات (١) آل عمران : ١٤٤ (٢) احزاب : ٤ (٣) محمد : ٤٧ (٤) فتح : ٢٩۔ (یوسف)'' پر محض تعارف کے لیے آپ ﷺ کا نام استعمال کیا گیا ہے۔

لیکن نبی ﷺ کی تعریف وتوصیف کے لیے کوئی وقت یا کوئی کیفیت کتاب وسنت کی صحیح دلیل کے بغیر مخصوص نہیں کی جا سکتی، لہٰذا آج جو لوگ میلا د النبی کے جشن اور جلوس کا اہتمام کرتے ہیں اور اس تاریخ کو آپ ﷺ کی پیدائش کا دن سمجھتے ہیں، یہ بہت ہی ناپسندیدہ بدعت ہے۔

آپ ﷺ کی تعظیم وتکریم کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کی سنت کی تعظیم وتکریم کی جائے، اس پر عمل کے واجب ہونے پر اعتقاد رکھا جائے اور یہ کہ سنت رسول قرآن مجید کے بعد تعظیم وعمل کے اعتبار سے پہلے درجہ پر ہے، اس لیے کہ سنت بھی اللہ تعالیٰ کی وحی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴾ (النجم: ٣-٤)

''اور آپ خواہش نفس سے منہ سے بات نہیں نکالتے، یہ تو حکم الٰہی ہے جو (ان کی طرف) بھیجا جاتا ہے۔''

لہٰذا سنت میں شک پیدا کرنا اور اس کی شان کم کرنے کی کوشش کرنا حرام ہے، اس کے متن وسند اور طرق کی تصحیح وتضعیف میں کلام اور معنیٰ کی تعیین وتشریح بہت ہی احتیاط، علم وتحفظ کے ساتھ کی جانی چاہیے، آج بے شمار جہلاء خاص طور پر تعلیم کے ابتدائی مراحل کے نوجوان سنت رسول پر زبان درازی کرنے لگے ہیں، انھوں نے احادیث کی تصحیح وتضعیف شروع کر دی ہے اور صرف مطالعہ کے بل بوتے پر راویوں پر جرح کرنے لگے ہیں، یہ خود ان کے لیے اور امت کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے، انھیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور اپنی حد سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔

❁ ... ❁ ... ❁

فصل دوم

نبی کریم ﷺ کی اطاعت کا وجوب

اطاعتِ رسول واجب ہے: نبی اکرم ﷺ کی اطاعت ہر حال میں واجب ہے، لہٰذا آپ ﷺ کے احکامات کو بجالانا اور آپ ﷺ کی منع کردہ اشیاء سے باز رہنا واجب ہے۔ آپ ﷺ کو اللہ کا رسول ماننے کا یہی تقاضا ہے، اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیتوں میں آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے، کبھی تو اللہ کی پیروی کے ضمن میں، جیسے آیت کریمہ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوٓا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ ﴾ (النساء : ٥٩)

''مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔''

اور کبھی انفرادی طور پر آپ ﷺ کی پیروی کا حکم دیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿ مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ (النساء : ٨٠)

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾ (النور: ٥٦)

''اور رسول اللہ کے فرمان پر چلتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

اور کبھی رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرنے والوں کو وعیدیں سنائی گئی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهِ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ (النور : ٦٣)

''تو جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر کوئی آفت آ پڑے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔''

یعنی ان کے دلوں میں کفر و نفاق اور بدعت کے فتنے پیدا ہو جائیں گے یا پھر اس مادی دنیا ہی میں کوئی دردناک عذاب آ گھیرے گا، جیسے قتل، حد، حبس یا پھر اس کے علاوہ دیگر فوری سزائیں، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع کو بندے سے اپنی محبت اور اس کے گناہوں کی مغفرت کا سبب بتایا ہے:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ﴾ (آل عمران : ٣١)

''(اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ بھی تمھیں دوست رکھے گا، تمھارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت کو ہدایت اور آپ ﷺ کی نافرمانی کو گمراہی قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ ﴾ (النور : ٥٤)

''اور اگر تم ان کے فرمان پر چلو گے تو سیدھا راستہ پا لو گے۔''

نیز فرمایا:

﴿ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَ هُمْ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (القصص : ٥٠)

''پھر اگر یہ تمھاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اللہ کی ہدایت چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلے؟ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی خبر دی ہے کہ آپ ﷺ امت کے لیے بہترین نمونہ اور اسوۂ ...نہ ہیں، ارشاد ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴾ (الاحزاب : ۲۱)

''تم کو اللہ کے پیغمبر کی پیروی بہتر ہے، (یعنی) اس شخص کو جسے اللہ (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی امید ہو اور وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔''

...ن کثیر رحمہ اللہ کی صراحت:

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ آیت کریمہ نبی اکرم ﷺ کے تمام اقوال، افعال اور احوال کو اسوہ بنانے کی بہت بڑی دلیل ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے احزاب کے دن لوگوں کو یہ حکم دیا کہ صبر و استقامت، جہاد و مجاہدہ اور رب العالمین کی طرف سے آسانی و کشادگی کے انتظار میں آپ ﷺ کو اپنا اسوۂ بنائیں اور قیامت تک کے لیے آپ ﷺ کی زندگی کو نمونہ بنائیں، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور پیروی کا تذکرہ قرآن مجید میں چالیس جگہوں پر کیا ہے، لوگ آپ ﷺ کی لائی ہوئی سنت وشریعت کی معرفت اور اس کی اتباع کے غذا اور پانی سے بھی زیادہ محتاج ہیں۔ غذا اور پانی نہ ملنے پر انسان دنیا میں مر جائے گا لیکن رسول اکرم ﷺ کی اطاعت و پیروی نہ ہونے پر دردناک عذاب اور دائمی بدبختی کا شکار ہو جائے گا، یہی وجہ ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے تمام عبادات میں اپنی اقتدا اور پیروی کا اور ان اعمال کو اسی ہیئت و کیفیت میں ادا کرنے کا حکم دیا ہے، جس ہیئت میں آپ ﷺ ادا فرماتے تھے۔

ارشاد نبوی ہے:

((صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي))①

''نماز اسی طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔''

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

((لِتَأْخُذُوا مَنَاسِكَكُمْ))②

''تمھیں چاہیے کہ مجھ سے مناسک حج سیکھ لو۔''

نیز فرمایا:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))③

''جو شخص بھی کوئی ایسا عمل کرتا ہے جس پر ہمارا امر نہیں تو وہ عمل مردود ہے۔''

نیز فرمایا:

((فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي))④

''جو شخص ہماری سنت سے اعراض کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔''

اس کے علاوہ ہزاروں نصوص ایسی ہیں جن میں آپ ﷺ کی اطاعت اور پیروی پر ابھارا گیا ہے اور آپ ﷺ کی نافرمانی اور مخالفت سے باز رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

---

① صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الاذان للمسافر: ٦٣١۔

② صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب رمی الجمرۃ العقبۃ ...... : ١٢٩٧۔

③ مسلم، کتاب الاقضیۃ، باب نقض الاحکام الباطلۃ ورد محدثات الامور، بعد : ١٧١٨۔

④ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب النکاح : ٥٠٦٣۔

فصل سوم

سید البشر، نبی رحمت، رسول اکرم ﷺ پر درود وسلام

صلوٰۃ وسلام کا حکم: رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجنا آپ ﷺ کا امت پر ایسا حق ہے جسے خود اللہ تعالیٰ نے مشروع فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ (الاحزاب : ٥٦)

''اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں، مومنو! تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجا کرو۔''

یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی پر صلاۃ کا مطلب ''تعریف'' ہے اور فرشتوں کی صلاۃ کا مطلب ہے ''دعا'' اور لوگوں کی صلاۃ وسلام کا مطلب ہے ''استغفار'' اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی بھی خبر دی کہ اس کے نبی اور رسول کا اپنے قریبی فرشتوں میں کیا رتبہ ہے؟ اللہ تعالیٰ ان کے سامنے آپ ﷺ کی تعریف کرتا ہے اور یہ کہ فرشتے آپ پر رحمت بھیجتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دنیا والوں کو آپ پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے تاکہ عالم علوی اور عالم سفلی دونوں کی تعریف آپ کے لیے جمع ہو جائے

"سَلِّمُوا تَسْلِيمًا" کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ پر شرعی سلام بھیجو، لہٰذا جب کوئی آپ پر سلام بھیجنا چاہے تو صلاۃ وسلام دونوں بھیجے۔ ان میں سے ایک پر اکتفا نہ کرے، لہٰذا صرف صَلَّى اللّٰه عَلَيه نہ کہے اور نہ صرف "علیه السلام" کہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ساتھ ساتھ بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

آپ پر درود وسلام بھیجنے کا حکم ایسی جگہوں پر آیا ہے، جس سے اس بات کی تاکید ہوتی ہے کہ یا تو آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجنا واجب ہے یا سنت مؤکدہ۔

وجوب درود وسلام کے مقامات:

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "جلاء الافہام" میں ایسی اکتالیس جگہوں کا تذکرہ کیا ہے، جہاں آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجنا ضروری ہے، اس کی ابتدا اہم وموکدترین جگہ یعنی تشہد کے آخری حصہ سے کی ہے، درود وسلام کی مشروعیت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، لیکن اس موقع پر اس کے وجوب کے بارے میں اختلاف ہے، انھی جگہوں میں ایک آخری قنوت بھی ہے اور خطبوں میں خطبۂ جمعہ، خطبہ عیدین، خطبہ استسقا اور موذن کا جواب دینے کے بعد، دعا کے وقت، مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت کے مواقع شامل ہیں۔ انھوں نے آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کے ثمرات بھی گنوائے ہیں اور وہ چالیس ہیں۔ ان فائدوں میں سے کچھ یہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل، اللہ تعالیٰ کی طرف درود بھیجنے والے کے لیے ایک درود پر دس رحمتیں، دعا کی قبولیت کی امید، پھر جب درود کے ساتھ وسیلہ کا سوال کیا جائے تو یہ آپ ﷺ کی سفارش کا سبب بنتا ہے، یہ گناہوں کی معافی کا باعث ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے درود کا جواب دیے جانے کا سبب بھی ہے۔

فصل چہارم

فضیلتِ اہلِ بیت اور بلا افراط وتفریط محبت

اہل بیت سے کیا مراد ہے؟ اہل بیت سے مراد رسول اللہ ﷺ کی وہ آل واولاد ہے جن پر صدقہ حرام ہے، ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد، بنو حارث بن عبدالمطلب اور نبی اکرم ﷺ کی تمام ازواج مطہرات اور بنات طاہرات شامل ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ﴾ (الاحزاب : ۳۳)

''اے (پیغمبر کے) اہل بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کا میل کچیل) دور کر دے اور تمھیں بالکل پاک صاف کر دے۔''

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اس ضمن میں لکھتے ہیں:

''قرآن مجید میں جو تدبر کرے گا، اس کو کبھی بھی اس بات میں شک نہیں ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات بھی مذکورہ آیت کریمہ کے ضمن میں داخل ہیں، اس لیے کہ سیاق کلام ان کے ساتھ ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کے فوراً بعد فرمایا:

﴿ وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَ الْحِکْمَةِ ﴾

(الاحزاب : ٣٤)

''اور تمھارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت (کی باتیں سنائی جاتی ہیں) ان کو یاد رکھو۔''

فضیلت عائشہ رضی اللہ عنہا:

آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ تمھارے گھروں میں کتاب و سنت میں سے جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ اپنے رسول پر نازل فرماتا ہے اس پر عمل کرو، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرات نے یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ اس نعمت کو یاد کرو جو لوگوں کو چھوڑ کر تمھارے لیے خاص کی گئی ہے، یعنی وحی تمھارے گھروں میں نازل ہوتی ہے، حضرت عائشہ بنت الصدیق رضی اللہ عنہا تو اس نعمت سے مالا مال تھیں اور اس عمومی رحمت میں آپ رضی اللہ عنہا کو خاص مقام عطا ہوا تھا، اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے بستر پر وحی نازل نہیں ہوئی ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا تھا۔ بعض علما کا کہنا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ خصوصیت اس لیے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سوا کسی بھی کنواری سے شادی نہیں کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ان کے بستر پر کوئی دوسرا مرد نہیں سویا۔ لہٰذا مناسب تھا کہ اس خصوصیت و رتبہ عالیہ سے آپ نوازی جاتیں اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اہل بیت میں داخل ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب و اعزا بدرجہ اولیٰ اس میں داخل ہیں اور وہ اس نام کے زیادہ مستحق ہیں۔ ①

لہٰذا اہل سنت و جماعت اہل بیت سے محبت کرتے ہیں اور عقیدت رکھتے ہیں اور ان کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کو اپنے سامنے رکھتے ہیں جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے موقع پر فرمایا تھا:

---

① ابن کثیر۔

((أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي))[1]

''اپنے اہل بیت کے سلسلے میں میں تمھیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں۔''

اہل سنت و جماعت کا طرز عمل:

اہل سنت و جماعت ان سے محبت کرتے ہیں اور ان کی تکریم و تعظیم کرتے ہیں، اس لیے کہ یہ بھی رسول اللہ ﷺ سے محبت وعقیدت اور آپ ﷺ کی تعظیم وتکریم کی علامت ہے، لیکن یہ اس شرط کے ساتھ ہے کہ وہ سنت کی اتباع پر قائم ہوں، جیسے کہ ان کے سلف صالحین حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کا حال تھا اور ان میں سے جو سنت رسول اللہ ﷺ کے مخالف ہوں اور دین پر قائم نہ ہوں، پھر ان سے عقیدت و دوستی جائز نہ ہوگی، چاہے وہ اہل بیت میں سے ہی کیوں نہ ہوں۔

اہل بیت کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا موقف بہت ہی اعتدال اور انصاف پر مبنی ہے، اہل بیت میں سے جو دین و ایمان پر قائم ہیں اہل سنت ان سے گہری محبت اور عقیدت رکھتے ہیں اور ان میں سے جو سنت کے مخالف اور دین سے منحرف ہوں ان سے دور رہتے ہیں، چاہے وہ نسبی طور پر اہل بیت میں داخل ہوں، اس لیے کہ اہل بیت اور رسول اللہ ﷺ کے قریبی ہونے سے کوئی فائدہ نہیں جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم نہ ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ پر جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

﴿ وَ أَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ ﴾ (الشعراء)

''اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈر سنادو۔''

[1] مسند احمد: ٤/٣٦٧۔

تو آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ ، أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا ، اِشْتَرُوْا أَنْفُسَكُمْ لَا أُغْنِيْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ يَا عَبَّاسُ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ! لَا أُغْنِيْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، وَ يَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، وَ يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ! سَلِيْنِيْ مَا شِئْتِ مِنْ مَالِيْ لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا)) [1]

''اے قریش (یا اس جیسا کوئی لفظ کہا) اپنے آپ کو خرید لو، اللہ تعالیٰ کے سامنے میں تمھارے لیے کچھ نہیں کر سکتا، اے بنی عبدمناف ! میں اللہ کے سامنے تمھارے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ اے عباس بن عبدالمطلب ! میں اللہ کے سامنے تمھارے لیے کچھ نہیں کر سکتا، اے صفیہ! رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی میں اللہ کے سامنے تمھارے لیے کچھ نہیں کر سکتا، اے فاطمہ بنت محمد! میرے مال میں سے جو چاہو مانگ لو لیکن اللہ کے سامنے میں تمھارے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔''

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں:

((مَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ)) [2]

''جس کا عمل سست ہو اس کا نسب اسے تیز نہیں لے جائے گا۔''

اہل سنت افراط وتفریط سے مبرا ہیں:

اہل سنت و جماعت رافضی شیعوں کے غلط عقائد سے پاک ہیں، جو بعض اہل بیت کے

---

1. بخاری، کتاب الوصایا، باب هل یدخل النساء والولد فی الاقارب : ۲۷۵۳۔
2. مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن و علی الذکر :۲٦۹۹۔

سلسلے میں غلو سے کام لیتے ہوئے ان کی عصمت کا دعویٰ کرتے ہیں، اسی طرح نواصب کے گمراہ کن طریقہ سے بھی پاک ہیں جو اصحاب استقامت اہل بیت سے بغض اور دشمنی رکھتے ہیں، انھیں لعن طعن کرتے ہیں، الحمد للہ اہل سنت و جماعت ان بدعتیوں اور خرافاتیوں کی گمراہی سے بھی پاک ہیں جو اہل بیت کو وسیلہ بناتے ہیں اور اللہ کے سوا ان کو ارباب حل وعقد مانتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل سنت و جماعت اس بارے میں اور دیگر معاملات میں بھی منہج اعتدال اور صراط مستقیم پر قائم ہیں۔ جن کے رویہ میں کوئی افراط وتفریط نہیں اور نہ اہل بیت کے حق میں حق تلفی وغلو ہے، خود معتدل دین پر قائم اہل بیت اپنے لیے غلو پسند نہیں کرتے ہیں اور غلو کرنے والوں سے پناہ مانگتے ہیں، خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے متعلق غلو کرنے والوں کو آگ میں جلا دیا تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کو جائز قرار دیا ہے، لیکن وہ آگ کی بجائے تلوار سے قتل کے قائل ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غلو کرنے والوں کے سردار عبداللہ بن سبا کو قتل کرنے کے لیے تلاش کروایا تھا لیکن وہ بھاگ گیا اور کہیں چھپ گیا تھا۔

فصل پنجم

فضائل صحابہ اور ان کے باہمی اختلافات میں اہل سنت کا موقف

صحابہ سے کون لوگ مراد ہیں؟

صحابہ صحابی کی جمع ہے، اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جس نے بحالت ایمان رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور اسی ایمان کی حالت ہی میں اس کا انتقال ہوا، ان کے بارے میں ہمارا یہ عقیدہ ہونا واجب ہے کہ وہ امت کے افضل ترین لوگ تھے، ان کا زمانہ خیر القرون تھا اور یہ شرف ان کو اسلام کی طرف ان کی سبقت، رسول اللہ ﷺ کی صحبت کے لیے ان کا انتخاب، آپ ﷺ کے ساتھ جہاد اور شریعت کے بار گراں کو اٹھانے اور بعد والوں تک پہنچانے کی وجہ سے حاصل ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی تعریف کی ہے، آیت کریمہ ہے:

﴿ وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ (التوبة : ١٠٠)

”سب سے پہلے ایمان لانے والے، مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنھوں نے نیک کاری کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں

بہہ رہی ہیں۔ اور وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔''

ابریشم کی طرح نرم:

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ (الفتح : ۲۹)

''محمد اللہ کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے لیے تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل (اے دیکھنے والے!) تو ان کو دیکھتا ہے کہ وہ (اللہ کے آگے) جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اور اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں، (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں، ان کے یہی اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں۔ گویا وہ ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اس کو مضبوط کیا پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی۔ کھیتی والوں کو خوش کرنے لگی تاکہ کافروں کا جی جلائے، جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ان سے اللہ نے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔''

ایثار کی مجسم تصویریں:

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ أُولٰٓئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَّمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ (الحشر : ۸۔۹)

''اور ان مفلس تارک الوطن لوگوں کے لیے بھی جو اپنے گھروں اور مالوں سے جدا کر دیے گئے ہیں (اور وہ) اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار اور اللہ اور اس کے پیغمبر کے مدد گار ہیں، یہی لوگ سچے (ایماندار) ہیں، اور (ان لوگوں کے لیے بھی) جو مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر (یعنی مدینے) میں مقیم اور ایمان میں (مستقل) رہے اور جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش (اور خلش)نہیں پاتے اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں، خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو اور جو شخص حرص نفس سے بچالیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔''

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار کی بڑی تعریف فرمائی ہے اور انھیں بھلائیوں کی طرف سبقت کرنے والے کہا ہے، اس کی بھی خبر دی ہے کہ وہ ان سے راضی ہے، ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں اسی طرح انھیں آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے اور کافروں پر سختی کرنے والے بتایا ہے، اسی طرح ان کے اوصاف بتاتے ہوئے فرمایا کہ کثرت سے رکوع اور سجدہ کرنے والے ہیں۔ ان کے دل پاک صاف ہیں، ان کے چہروں پر اطاعت و ایمان کی جو نشانی اور نور ہے، اس سے وہ پہچانے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے نبی کی صحبت کے لیے چن لیا ہے، تاکہ وہ کافروں کو غصہ دلائے، مہاجرین کی

تعریف میں فرمایا کہ انھوں نے محض اللہ کے لیے اور اس کے دین کی نصرت کے لیے اس کے فضل و رضا کی تلاش میں اپنے وطن مالوف اور مال و دولت کو خیر باد کہا اور وہ اپنے اس عمل میں سچے تھے، انصار کی تعریف میں فرمایا کہ وہ ہجرت و نصرت اور ایمان صادق کے گھر والے ہیں، وہ اپنے مہاجر بھائیوں سے محبت کرتے ہیں، ان کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں۔ ان سے ہمدردی کرتے ہیں، وہ بخل سے پاک ہیں، جن کی وجہ سے فلاح و کامرانی ان کے قدم چومتی ہے، یہ ان کے بعض فضائل و حسنات ہیں، ان کے علاوہ کچھ خاص فضائل و رتبے ہیں جن کی وجہ سے ان میں سے بعض بعض سے ممتاز ہیں اور یہ ان کی اسلام کی طرف سبقت اور جہاد و ہجرت کی وجہ سے ہے، لہٰذا افضل ترین صحابہ خلفائے اربعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد باقی عشرہ مبشرہ ہیں، جن میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ مہاجرین کو انصار پر فضیلت دی گئی ہے، اہل بدر اور اہل بیعۃ الرضوان کی بھی خاص فضیلت آئی ہے، فتح مکہ سے پہلے جو اسلام لائے اور جہاد کرتے رہے ان کو فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کرنے والوں پر فضیلت دی گئی ہے۔

مناقشاتِ صحابہ کے متعلق اہل سنت و جماعت کا موقف

صحابہ کرام میں تنازع کا باعث: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر فساد پھیلنے کی وجہ اسلام اور اہل اسلام کے خلاف یہودیوں کی سازش تھی، خبیث ترین مکاریمن کے یہودی عبداللہ بن سبا کو یہودیوں نے کھڑا کیا، اس نے جھوٹ موٹ قبول اسلام کا اعلان کیا، پھر یہ خبیث یہودی اپنے حقد وحسد کا زہر خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اگلنے لگا، ان کے خلاف من گھڑت تہمتیں گھڑ کر پھیلانے لگا، لہٰذا کچھ کمزور ایمان، کوتاہ نظر و فتنہ پسند لوگ اس سے دھوکا کھا کر اس کے اردگرد جمع ہوگئے اور اسی سازش کے نتیجہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلومیت کی حالت میں شہید کیے گئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے فوراً بعد مسلمانوں میں اختلافات شروع ہوگئے۔ اس یہودی اور اس کے متبعین کے اکسانے پر فتنہ نے سر اٹھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق باہم تنازع کر بیٹھے۔

شارح طحاویہ کے بقول:

کتاب "الطحاویہ" کے شارح لکھتے ہیں:

رفض کا فتنہ ایک منافق وزندیق نے پیدا کیا، اس نے دین اسلام ختم کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو داغدار کرنا چاہا، جیسا کہ علمائے کرام نے بیان کیا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ عبداللہ بن سبا نے جب اپنے اسلام کا اظہار کیا تو انھوں نے

دراصل اپنی خباثت اور مکاری سے دین اسلام میں فساد پھیلانا چاہا تھا جیسا کہ بولس نے نصرانیت کے ساتھ کیا، سب سے پہلے اس نے اپنی عبادت وزہد کا اظہار کیا، پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اظہار کیا، یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق فتنہ پھیلانے اور انھیں قتل کرنے کی کوشش کی، پھر وہ کوفہ آیا اور اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق غلو کا اظہار کیا اور ان کی نصرت وتائید کرنی چاہی تاکہ اس سے اپنے خبیثانہ مقصد کو پہنچ سکے۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو انھوں نے اس کے قتل کا حکم دیا، لیکن وہ بدنہاد قرقیس کی طرف بھاگ گیا، اس کی پوری روداد تاریخ میں مشہور ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی توضیح:

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قتل ہوا تو مسلمانوں کے دل منتشر ہوگئے، مصائب کے پہاڑ ان پر ٹوٹ پڑے، شریر وخبیث لوگ سامنے آگئے اور اچھے لوگ ذلیل ہوگئے اور وہ لوگ فتنہ بھڑکانے لگے جواب تک کچھ نہیں کر سکتے تھے اور اصلاح وخیر کو چاہنے والے اپنے میدان میں بے دست و پا ہوگئے، لہٰذا لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، وہ خلافت کے لیے اس وقت موزوں ترین شخص تھے اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے اچھے تھے، لیکن چونکہ دل منتشر تھے اور فتنہ کی آگ بھڑک رہی تھی لہٰذا لوگوں کا پورا اتفاق نہ ہوسکا، جماعت کی شیرازہ بندی نہ ہوسکی، لہٰذا خلیفہ وقت اور امت کے اچھے ومصلح لوگ وہ نہ کر سکے جو وہ چاہتے تھے، کچھ لوگ فتنہ وفساد کے شعلوں میں کود پڑے، پھر جو ہوا سب کو معلوم ہے۔

موقف اہل سنت کا خلاصہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین اختلافات اور جنگ وجدال سے متعلق اہل سنت و جماعت کا جو موقف ہے اس کا خلاصہ کیا جائے تو دو چیزیں سامنے آئیں گی۔

اول:

اہل سنت و جماعت صحابہ کرام کے مابین ہونے والے جنگ وجدال سے متعلق اپنی زبان بند رکھتے ہیں اور اس میں بال کی کھال نہیں نکالتے، اس لیے کہ سلامتی کا راستہ چپ رہنے ہی میں ہے۔ خاص طور پر اس طرح کے معاملہ میں تو ان کی یہ دعا ہوتی ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَاءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (الحشر : ١٠)

”اے ہمارے پروردگار! ہمارے ان بھائیوں کے، جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما! اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (وحسد) نہ پیدا ہونے دے، اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔“

دوم:

صحابہ کے سلسلہ میں من گھڑت برائیوں سے متعلق جو روایتیں ہیں ان کا متعدد طریقوں سے جواب دینا جو حسب ذیل ہیں۔

پہلا طریقہ: یہ تمام مرویات جھوٹی ہیں، جو دشمنان اسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بد نام کرنے کے لیے گڑھی ہیں۔

دوسرا طریقہ: ان روایات میں حذف واضافہ سے کام لیا گیا ہے یا اس کی صحیح شکل بگاڑ دی گئی ہے، اس میں جھوٹ کی آمیزش کی گئی ہے، لہٰذا یہ محرف ہیں، ان کی طرف رجوع کرنا

صحیح نہیں ہے۔

تیسرا طریقہ: اس ضمن میں جتنے آثار اور احادیث وارد ہوئیں، وہ بہت ہی کم ہیں، اگر یہ روایتیں کسی حد تک صحیح ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس حد تک معذور سمجھنا چاہیے، اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب مجتہد تھے یا تو انہوں نے اپنے اجتہاد میں صحیح فیصلہ کیا یا غلط، اگر صحیح فیصلہ کیا ہے تو ان کے لیے دو اجر ہیں اور اگر غلط فیصلہ کیا ہے تو ان کے لیے ایک اجر ہے، ان کی غلطی معاف ہے، اس لیے کہ حدیث میں آیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَ اِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَخطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ)) ①

"جب کوئی حکم دینے والا اجتہاد کرتا ہے اور اس میں صحیح اجتہاد کرتا ہے تو اس کے دو اجر ہیں اور اگر غلط اجتہاد کرتا ہے تو اس کا ایک اجر ہے۔"

چوتھا طریقہ: وہ ہماری ہی طرح انسان تھے، ان سے غلطی ہوسکتی ہے، اس لیے وہ با اعتبار انسان گناہ و خطا سے معصوم نہیں ہیں اور ان سے جوکچھ بھی گناہ سرزد ہوں ان کے ہزاروں مکفرات (نیک اعمال) ان کے پاس ہیں، جن سے ان کے گناہ دھل سکتے ہیں، ان کے لیے توبہ ہے جو ہر گناہ کو کھا جاتی ہے، ان میں بہت سے فضائل و نیک اعمال ہیں جن کی وجہ سے ان کی مغفرت ہوسکتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ﴾ (هود: ١١٤)

"کچھ شک نہیں کہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔"

ان کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کا شرف

---

① صحيح بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة باب اجرالحاكم......الخ: ٧٣٥٢۔

حاصل ہے، جو ان کی ان معمولی خطا کو دھونے کے لیے کافی ہے۔

ان کی نیکیاں دوسروں کی نیکیوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ کر دی جائیں گی، پھر ان کے فضل و فضیلت کو کوئی نہیں پاسکتا، رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی سے ثابت ہے کہ وہ سب سے اچھی نسل سے تعلق رکھنے والے تھے، ان کا ایک مد صدقہ دوسروں کے احد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ سے افضل اور بہتر ہے، اللہ ان سے راضی ہوا اور انھیں بھی راضی رکھے گا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تمام اہل سنت و جماعت اور ائمہ کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام میں سے کوئی صحابی بھی معصوم نہیں، نہ تو سابقین اولین والے اور نہ لاحقین اور قرابت والے، بلکہ ان سے گناہ سرزد ہونا ممکن ہے، پھر اللہ تعالیٰ توبہ کے ذریعہ ان کے گناہ کو معاف کر دے گا، ان کے درجات کو بلند فرمائے گا اور ان کے نیک اعمال کی وجہ سے ان کے گناہ مٹ جائیں گے یا دیگر اسباب کی بنا پر ان کی مغفرت ہو جائے گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ ○ لِیُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا وَیَجْزِیَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴾

(الزمر : ۳۳۔۳۵)

''اور جو شخص سچی بات لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہی لوگ متقی ہیں، وہ جو چاہیں گے ان کے لیے ان کے پروردگار کے پاس (موجود) ہے، نیکوکاروں کا یہی بدلہ ہے، تاکہ اللہ ان سے برائیوں کو جو انھوں نے کیں، دور کر دے اور نیک کاموں کا جو وہ کرتے رہے، ان کو بدلا دے۔''

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿ حَتّٰی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرۡبَعِیۡنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡ اَنۡ اَشۡكُرَ نِعۡمَتَكَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰهُ وَاَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَیۡكَ وَاِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ نَتَقَبَّلُ عَنۡهُمۡ اَحۡسَنَ مَا عَمِلُوۡا وَنَتَجَاوَزُ عَنۡ سَیِّاٰتِهِمۡ فِیۡۤ اَصۡحٰبِ الۡجَنَّةِ وَعۡدَ الصِّدۡقِ الَّذِیۡ كَانُوۡا یُوۡعَدُوۡنَ ﴾ (الاحقاف: ۱۵-۱۶)

''یہاں تک کہ خوب جوان ہوتا ہے اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے، اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ تو نے جو احسان مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے ہیں، میں ان کا شکر گزار ہو جاؤں اور یہ کہ نیک عمل کروں جن کو تو پسند کرے اور میری اولاد میں صلاح (وتقویٰ) دے، تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں، یہی لوگ ہیں جن کے نیک اعمال ہم قبول کریں گے اور ان کے گناہوں سے درگزر فرمائیں گے اور (یہی) اہل جنت میں (ہوں گے) یہ سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا گیا ہے۔''

فتنہ پرور لوگ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین اختلافات اور جنگ و جدال کا جو فتنہ اٹھا تھا اس کو دشمنان دین اسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شخصیت وکرامت پر حملہ کرنے کا سبب بنا لیا، اس خبیثانہ عمل میں آج کے کچھ اصحاب قلم لگے ہوئے ہیں، جو بلا علم و معرفت محض بکواس کرتے ہیں اور اپنے آپ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین حکم بنا کر پیش کرتے ہیں اور بلا دلیل و حجت کسی صحابی کو سچا اور کسی کو خطا کار گردانتے ہیں اور یہ سب کچھ جہالت، خواہشات کی پیروی اور حاسد دشمن مستشرقین اور ان کے دم چھلوں کی تقلید میں کیا جاتا ہے، ان لوگوں نے اپنے عمل سے اسلامی تاریخ اور قرن اول کے اسلاف سے ناواقف بعض نوجوانوں میں شک و شبہ کا بیج

بو دیا ہے۔ اس طرح سے وہ دیار اسلام ہی سے اسلام پر خنجر چلانا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں میں انتشار و انارکی پیدا کرنا چاہتے ہیں اور اس امت کی موجودہ نسل میں اپنے اسلاف سے متعلق بغض ونفرت کا بیج بونا چاہتے ہیں تاکہ وہ اپنے اسلاف کرام کی اقتدا نہ کریں، جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَاءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (الحشر : ١٠)

”جو ان مہاجرین کے بعد آئے، وہ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (وحسد) نہ پیدا ہونے دے، اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔“

فصل ششم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ عظام کو برا کہنے سے بچنا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنے کی ممانعت:

اہل سنت و جماعت کے نزدیک مسلمہ اصول ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق ان کے دل صاف ہیں اور ان کی زبان ان کی ثنا خواں ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرتے ہیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (الحشر : ۱۰)

''جو ان (مہاجرین) کے بعد آئے وہ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے، جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (وحسد) نہ پیدا ہونے دے، اے ہمارے پروردگار تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔''

صحابہ کرام کو برا مت کہو:

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر سختی سے عمل کرتے ہیں:

((لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ، لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِيْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ

أَحَدُ كُمْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا اَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَ لَا نَصِيفَهُ)) [1]

''میرے صحابہ کو سب وشتم نہ کرو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد (پہاڑ) کے برابر سونا خرچ کرے تو ان میں سے کسی کے مد یا خرچ کیے ہوئے مد سے کم تک کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔''

اہل سنت روافض اور خوارج کے گمراہ کن طریقہ سے پاک ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب وشتم کرتے ہیں، ان کے لیے بغض رکھتے ہیں، ان کے فضائل کا انکار کرتے ہیں اور ان کے اکثر پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔

وہ بہترین لوگ تھے:

کتاب وسنت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جو فضائل بیان ہوئے ہیں، ان کو اہل سنت و جماعت قبول کرتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو امت کی سب سے اچھی جماعت سمجھتے ہیں، جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((خَيْرُ كُمْ قَرْنِي)) [2]

''تم میں بہترین میرے دور کے لوگ ہیں۔''

اہل سنت و جماعت کون لوگ ہیں؟ ہم انھیں ایک حدیث کی روشنی میں سمجھ سکتے ہیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور ایک فرقہ کے سوا سب فرقے جہنم میں جائیں گے۔ لوگوں نے اس ایک جماعت کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا أَنَا عَلَيْهِ وَ أَصْحَابِيْ)) [3]

---

1. مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب تحریم سب الصحابہ: ۲۵۴۰۔
2. بخاری، کتاب الشهادات، باب لایشهد علی شهادة جور اذا شهد: ۲۶۴۱۔
3. ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی افتراق هذه الامة: ۲۶۴۰۔

''یہ وہ لوگ ہیں جو اسی پر قائم رہیں گے جس پر آج میں اور میرے صحابہ قائم ہیں۔''

امام ابو زرعہ جو امام مسلم کے سب سے بڑے شیخ ہیں، فرماتے ہیں:

''جب بھی کسی شخص کو دیکھو کہ وہ صحابہ کرام میں سے کسی کی کوئی خامی تلاش کر رہا ہے تو سمجھو کہ وہ زندیق اور دہریہ ہے، اس لیے کہ قرآن حق ہے، رسول حق ہے، رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات کو ہم تک پہنچانے والے صحابہ کرام ہی ہیں، لہٰذا ان پر جرح کرنا دراصل اسلامی تعلیمات اور کتاب وسنت کو باطل قرار دینا ہے، لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جرح کرنے والے کو زندیق و دہریہ کہنا برحق ہے۔

علامہ ابن حمدان اپنی تصنیف نہایۃ المبتدئین میں لکھتے ہیں:

''اگر کوئی کسی صحابی کو برا بھلا کہنا جائز سمجھتا ہے تو وہ کافر ہے اور اگر سب وشتم کرتا ہے لیکن اس کو جائز نہیں سمجھتا تو وہ فاسق ہے، بلکہ اس سے مطلق کافر بھی ہو جاتا ہے اور اگر کوئی کسی صحابی پر فسق کا حکم لگاتا یا ان کے دین پر جرح کرتا ہے یا ان پر کفر کا فتویٰ لگاتا ہے تو وہ بھی کافر ہے۔''[1]

[1] شرح عقیدہ السفارینی۔

ائمہ ہدایت وعلمائے امت کو برا بھلا کہنے کی ممانعت

ائمہ کی فضیلت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد فضل وکرم کے اعتبار سے داعیان دین اور علمائے امت اگلے نمبر پر آتے ہیں، ان میں تابعین و تبع تابعین اور ان کے بعد آنے والے ان کے متبعین ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ﴾ (التوبة : ۱۰۰)

’’جن لوگوں نے ایمان لانے میں سبقت کی مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنھوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں۔‘‘

لہٰذا ان کی تنقیص کرنا یا انھیں برا بھلا کہنا کسی حال میں جائز نہیں۔ اس لیے کہ یہ رشد و ہدایت کے علم بردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ﴾

(النساء : ۱۱۵)

''اور جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔''

الطحاویہ کے شارح فرماتے ہیں:

''ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور دوستی کے بعد مومنین کے ساتھ بھی دوستانہ اور ہمدردانہ تعلق رکھے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے، خاص طور پر انبیا کے وارثوں سے تعلق اور دوستی بہت ضروری ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے ستاروں کے مانند بتایا ہے جن کی روشنی کے ذریعہ برو بحر کے ظلمات کی راہیں طے کی جاتی ہیں، تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ ان کی ہدایت اور سمجھ بوجھ میں کوئی نقص نہیں ہے۔''

سنتوں کے رکھوالے:

یہ لوگ دراصل رسول اللہ ﷺ کی امت کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کے خلفاء ہیں، مری ہوئی سنتوں کو یہ زندہ کرتے ہیں، انھی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی قائم ہے اور ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد کتاب اللہ کی نشر و اشاعت ہے، کتاب ان کی زبان سے بولتی ہے اور یہ کتاب کی زبان بولتے ہیں۔ تمام لوگ یقینی طور پر اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی واجب ہے، لیکن جب ان میں سے کسی کا کوئی ایسا قول منقول ہو جو حدیث کے خلاف ہو تو اس قول کو چھوڑنا ضروری ہے۔

ہم پر ان کے بڑے احسانات ہیں۔ ہم سے پہلے انھوں نے اسلامی تعلیمات کے بار گراں کو اٹھایا، ہم تک پوری امانت کے ساتھ اسے پہنچایا، اس کے رموز بیان کیے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور انھیں راضی فرمائے:

اہل سنت کے لیے راہ عمل:

علمائے کرام کی قدر و منزلت گھٹانا اور ان سے اجتہادی غلطی ہونے پر ان کی تنقیص کرنا بدعتیوں کا طریقہ ہے اور دشمنان اسلام کی ایک گہری سازش ہے اور یہ صرف اس لیے ہے تاکہ اس امت کے خلف اپنے سلف سے کٹ جائیں اور نوجوانوں کے مابین ایک خلیج پڑ جائے، لہٰذا یہیں سے بعض مبتدی طلبا کو بھی متنبہ ہو جانا چاہیے جو فقہائے امت کی قدر و منزلت کو گھٹاتے ہیں اور فقہ اسلامی کی قدر و منزلت کو کم کرتے ہیں اس کے پڑھنے اور پڑھانے سے بے رغبتی کا اظہار کرتے ہیں اور اس کے اندر جو حق اور اچھی باتیں ہیں اس کو بھی قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں، جب کہ انھیں اپنی فقہ پر عزت محسوس کرنی چاہیے، اپنے علما و فقہا کی تکریم و توقیر کرنی چاہیے اور گمراہ کن پروپیگنڈوں سے متاثر نہیں ہونا چاہیے اور نہ کسی کے بہکاوے میں آنا چاہیے۔

الباب رابع

بدعتیں اور ان سے بچاؤ

فصل اول: اقسام بدعت اور ان کے احکام

فصل دوم: مسلم معاشروں میں ظہور بدعت اور اس کے اسباب

فصل سوم: اہل سنت کا بدعتیوں سے تعلقات کا انداز

فصل چہارم: عصر حاضر کی چند نئی بدعتوں کے نمونے

فصل اول

اقسامِ بدعت اور ان کے احکام

بدعت کیا ہے؟

لغت کے اعتبار سے بدعت لفظ بدع سے ماخوذ ہے، جو بغیر سابقہ مثال کے کسی چیز کے ایجاد واختراع کے معنیٰ میں آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ بَدِيُعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ﴾ (البقرة : ١١٧)

''(وہی) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ بغیر سابقہ مثال کے زمین اور آسمانوں کا ایجاد کرنے والا ہے، ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلُ مَا كُنُتُ بِدُعًا مِّنَ الرُّسُلِ ﴾ (الاحقاف : ٩)

''کہہ دو کہ میں کوئی نیا پیغمبر نہیں آیا۔''

یعنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام لانے والا پہلا پیغمبر نہیں ہوں بلکہ مجھ سے پہلے بہت پیغمبر آچکے ہیں۔

عام بول چال میں کہا جاتا ہے: ''فلاں شخص نے فلاں بدعت ایجاد کی جو پہلے کبھی نہ تھی۔''

بدعت کی اقسام:

① عادات و اطوار کی بدعت جیسے نئی ایجادات و اختراعات کی بدعت، یہ بدعت جائز ہے، اس لیے کہ عادات و اطوار میں اصل مباح و حلال ہے۔

② بدعت کی دوسری قسم ہے دین کے اندر بدعت پیدا کرنا اور یہ بدعت حرام ہے، اس لیے کہ شریعت و دین دراصل توقیفی چیز ہے، یعنی اللہ اور اس کے رسول کا فرمان ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيْهِ فَهُوَ رَدٌّ))[1]

''جو ہمارے اس معاملہ میں ایسی نئی بات پیدا کرے جس کی بنیاد اس میں نہ ہو وہ مردود ہے۔''

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))[2]

''جو کوئی ایسا عمل کرے جس پر ہمارا معاملہ نہیں تو وہ مردود ہے۔''

دین میں بدعت:

اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

اعتقادی بدعت:

قولی و اعتقادی بدعت، جیسے جہمیہ، معتزلہ، روافض اور تمام گمراہ فرقوں کے اقوال، تحریریں اور ان کے اعتقادات۔

---

❶ بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جورٍ فالصلح مردود: ۲۶۹۷۔
❷ مسلم، کتاب الاقضیۃ، باب نقض الاحکام الباطلۃ ورد محدثات الامور: ۱۷۱۸۔

عملی بدعت:

عبادات میں بدعت جیسے عبادات کا ایسا طریقہ نکالنا جو اسلام میں مشروع نہ ہو، اس کی بھی متعدد قسمیں ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

① بدعت کا وجود اصل عبادت میں ہو، جیسے عبادت کا ایسا طریقہ نکالا جائے، جس کی شریعت میں کوئی سند نہ ہو، مثلاً نئی اور غیر مشروع نماز نکالی جائے، غیر مشروع روزہ رکھا جائے، یا نئی عید منائی جائے جیسے عید میلاد وغیرہ۔

② مشروع عبادت میں کسی چیز کا اضافہ کر دیا جائے، جیسے ظہر یا عصر کی نماز میں ایک رکعت بڑھا کر اس کی رکعتیں پانچ کر دی جائیں وغیرہ۔

③ مشروع عبادت کی ادائیگی میں بدعت پیدا کر لی جائے اور غیر مشروع طریقہ پر اسے ادا کیا جائے، جیسے مسنون دعائیں اجتماعی طور پر گا گا کر پڑھنا یا عبادت میں نفس پر اتنی سختی کرنا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے دائرہ سے نکل جائے۔

④ کسی مشروع عبادت کے لیے غیر مشروع وقت کی تعیین کرنا، جیسے یوم عاشورا کو عبادت کے لیے خاص کر لینا، کسی خاص دن میں دن کو روزہ رکھنا وغیرہ، اس لیے کہ نماز و روزہ تو ضرور فرض ہیں لیکن ان کے اوقات مقرر کرنے کے لیے کوئی ٹھوس دلیل چاہیے۔

دین میں بدعت کی اقسام کا حکم

دین میں ہر بدعت حرام اور گمراہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((وَ اِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))[1]

''نئی نئی باتوں سے بچو، ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اور ایک جگہ ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ فِيْهِ فَهُوَ رَدٌّ))[2]

''جو ہمارے اس معاملہ (دین) میں ایسی نئی بات پیدا کرے جس کی بنیاد اس میں نہ ہو وہ مردود ہے۔''

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))[3]

''جو کوئی ایسا عمل کرے جس پر ہمارا دین نہ ہو وہ مردود ہے۔''

---

1. ابوداود، کتاب السنة ، باب لزوم السنة : ٤٦٠٧۔
2. بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود : ٢٦٩٧۔
3. مسلم، کتاب الاقضیة، باب نقض الاحکام الباطلة و رد محدثات الامور : ١٧١٨۔

شاطبی کہتے ہیں:

ان حدیثوں سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ دین میں پیدا کی ہوئی ہر چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی اور مردود ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ عبادات اور اعتقادات میں بدعت حرام ہے، لیکن بدعت کی نوعیت کے اعتبار سے اس کی حرمت کا حکم مختلف ہوگا، اس لیے کہ بعض بدعتیں تو کھلا کفر ہیں، جیسے قبروں کا طواف کرنا، قبروں پر نذر و نیاز چڑھانا، اصحاب قبر سے کچھ مانگنا، ان سے استغاثہ کرنا، اسی ضمن میں غالی قسم کے جہمی اور معتزلی افراد کے اقوال بھی آتے ہیں اور بعض بدعتیں شرک کے وسائل ہیں، جیسے قبروں پر تعمیر، وہاں کی نماز اور دعا وغیرہ ، بعض بدعتیں اعتقادی فسق کے درجہ میں آتی ہیں، جیسے خوارج، قدریہ اور مرجیہ وغیرہ کی بدعتیں جو سراسر شریعت کے مخالف ہیں، ان میں سے بعض بدعتیں تو معصیت ہیں جیسے ترک دنیا کی بدعت ، دھوپ میں کھڑے ہو کر روزہ رکھنے کی بدعت اور قوت باہ کو ختم کرنے کے لیے آپریشن وغیرہ کی بدعت۔ [1]

---

[1] الاعتصام للشاطبی: ۲/ ۳۷۔

ایک انتباہ

بدعت کی تقسیم غلط ہے: جو شخص بھی بدعت کی دو قسمیں کرتا ہے ایک بدعت حسنہ دوسری بدعت سئیہ وہ غلطی پر ہے اور رسول اللہ ﷺ کے اس قول کی مخالفت کرتا ہے۔ ارشاد ہے:

((فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))[1]

''ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام بدعتوں کو گمراہی قرار دیا ہے، جب کہ بعض بدعتوں کو بدعت حسنہ کہنے والا گویا ہر بدعت کو گمراہی و ضلالت نہیں سمجھتا۔

علامہ حافظ ابن رجب ''شرح الاربعین'' میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کا یہ قول کہ: ''ہر بدعت گمراہی ہے۔'' بہت ہی جامع ترین کلمہ ہے، جس سے کوئی بدعت نہیں نکل سکتی، یہ دین کا بہت ہی بنیادی قاعدہ ہے، یہ رسول اللہ ﷺ کے دوسرے قول کے مطابق ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ))[2]

''جو ہمارے اس معاملہ (دین) میں ایسی بات پیدا کرے جس کی بنیاد اس میں نہ ہو

---

1. ابو داود، کتاب السنة، باب لزوم السنة: ٤٦٠٧۔
2. بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحو ......: ٢٦٩٧۔

وہ مردود ہے۔''

لٰہذا ہرنئی چیز جو دین کی طرف منسوب کی جائے گی اور دین میں اس کی کوئی اصل نہ ہوگی اس کے گمراہی و ضلالت ہونے میں کوئی شک نہیں اور دین اس سے بری الذمہ ہے، چاہے اس میں اعتقادی مسائل ہوں یا ظاہری و باطنی اقوال و اعمال۔''[1]

قول عمر رضی اللہ عنہ اور اس کی وضاحت:

بدعت حسنہ کے قائلین کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک قول کے علاوہ کوئی دلیل نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول تراویح کے سلسلہ میں ہے، آپ نے فرمایا:

((نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ))[2]

''کیا ہی اچھی ہے یہ بدعت''

بدعت حسنہ کے قائلین یہ بھی کہتے ہیں کہ اسلام میں بہت سی چیزیں نئی پیدا کی گئی ہیں لیکن ہمارے اسلاف کرام نے اس کا انکار نہیں کیا ہے، جیسے ایک کتاب میں قرآن کو جمع کرنا، حدیث کی تدوین وتحریر وغیرہ، اس طرح کے سوالات کا جواب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اس طرح کی چیزوں کی اصل شریعت میں موجود ہے، لٰہذا یہ بدعت نہیں ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول بھی صحیح ہے، یہاں پر انھوں نے بدعت کا لغوی معنیٰ لیا ہے، شرعی معنی نہیں۔

لٰہذا جس بدعت کی شریعت میں گنجائش ہے پھر اسے بدعت کہا جائے تو یہ سمجھیے کہ یہاں بدعت سے مراد بدعت لغوی ہے نہ کہ بدعت شرعی، اس لیے کہ شرعی بدعت وہ ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل موجود نہ ہو، قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کرنے کی شریعت میں اصل موجود ہے اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود قرآن مجید کو لکھ لینے کا مشورہ دیتے تھے، چونکہ

---

1. جامع العلوم والحکم ص: ۲۳۳۔
2. ابو داود، کتاب السنة، باب لزوم السنة: ٤٦٠٧۔

قرآن مجید پہلے مختلف جگہوں میں متفرق ومنتشر تھا، لہٰذا صحابہ کرام نے ایک جگہ جمع کر دیا،ایسا صرف اس کی حفاظت کے لیے کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے چند راتیں تراویح کی نماز پڑھی پھر چھوڑ دی، اس ڈر سے کہ کہیں ان پر فرض نہ ہو جائے، لیکن صحابہ کرام برابر اسے پڑھتے رہے اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی اور آپ ﷺ کے بعد بھی الگ الگ انداز میں پڑھتے رہے یہاں تک کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سب کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا جس طرح سب کے سب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پڑھتے تھے، لہٰذا یہ دین میں کوئی بدعت نہیں ہے، تدوین حدیث کی بھی شریعت میں اصل موجود ہے، خود رسول اللہ ﷺ نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فرمائش پر بعض حدیثوں کے لکھنے کا حکم دے دیا تھا اور جب آپ ﷺ کا انتقال ہوا تو وہ اندیشہ بھی ختم ہو گیا جس کے لیے حدیث کی تدوین ممنوع تھی، یعنی کہیں قرآن و حدیث خلط ملط نہ ہو جائیں، چونکہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں قرآن مکمل ہو چکا تھا لہٰذا آپ ﷺ کی وفات کے بعد مسلمانوں نے حدیث کی تدوین کی اور اس کو ضائع ہونے سے محفوظ کر دیا اللہ تعالیٰ انہیں اجر دے۔ (آمین)

فصل دوم

مسلم معاشرہ میں ظہور بدعت اور اس کے اسباب

بدعت کس دور میں ایجاد ہوئی؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ معلوم ہونا چاہیے کہ علوم و عبادات سے متعلق عام بدعتیں امت کے اندر خلفائے راشدین کے آخری دور ہی سے ظاہر ہونے لگی تھیں اور اس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے پہلے ہی دے دی تھی، آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بعدی فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْراً ، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ)) [1]

''تم میں سے جو زندہ رہے گا اسے بہت سے اختلافات نظر آئیں گے، لہٰذا ایسے وقت میں میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت و طریقہ کو مضبوطی سے تھامے رکھنا۔''

امت میں پہلے پہل، قدریہ، مرجئیہ، شیعہ اور خوارج کی بدعتیں ظاہر ہوئیں پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد امت میں تفرقہ پیدا ہوا تو حروریہ کی بدعت ظاہر ہوئی پھر

---

1 ابو داود، کتاب السنة، باب لزوم السنة: ٤٦٠٠۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آخری عہد میں قدریہ کی بدعت ظاہر ہوئی پھر حضرت ابن عمر، ابن عباس اور جابر رضی اللہ عنہم وغیرہم کے آخری عہد میں مرجیہ کا ظہور ہوا اور جہاں تک جہمیہ کا تعلق ہے تو وہ تابعین کے آخری عہد میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد ظاہر ہوا یہ بھی مشہور ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ان سے لوگوں کو خبردار کیا تھا اور جہم کا ظہور خراسان میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے عہد میں ہوا۔

یہ بدعتیں دوسری صدی ہجری میں ظاہر ہوگئی تھیں جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس طرح کی بدعتوں کی مخالفت کی تھی، پھر بعد میں معتزلہ کی بدعت سامنے آئی اور مسلمانوں میں فتنہ وفساد کا دور شروع ہوگیا، پھر لوگوں میں اختلاف آرا اور بدعات وخواہشات کی طرف میلان اور جھکاؤ کا ظہور ہوا، پھر تصوف کی بدعت، قبروں کو پختہ بنانے کی بدعت سامنے آئی اسی طرح جوں جوں زمانہ گزرتا گیا، نئی نئی بدعتیں سامنے آتی گئیں اور اس کی شاخیں پھیلتی رہیں۔

بدعت نے کس جگہ جنم لیا؟

بدعت کے ظہور کے معاملہ میں مختلف ممالک وشہر مختلف حالات سے گزرے ہیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وہ بڑے شہر جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سکونت اختیار کی اور جہاں سے علم وایمان کے چشمے پھوٹے پانچ ہیں، حرمین شریفین، عراقین (کوفہ و بصرہ) اور شام، انھی پانچ شہروں سے قرآن وحدیث، فقہ وعبادت اور ان کے علاوہ اسلام کے دیگر امور کی نشرو اشاعت ہوئی اور مدینہ منورہ چھوڑ کر انھی شہروں سے اصولی بدعتیں بھی نکلی ہیں، کوفہ سے تشیع وارجاء کی بدعت نکلی اور وہاں سے دوسرے شہروں میں پھیلی، شہر بصرہ سے قدریہ، اعتزال اور فاسد طریقہ عبادت کی بدعتیں ظاہر ہوئیں اور وہاں سے دوسرے شہروں میں پھیلیں، شام سے ناصبیہ و قدریہ کی بدعتیں پھیلیں، جہمیہ کی بدعت خراسان سے نکلی جو سب سے بری بدعت ہے،

بدعت کا ظہور عموماً ان شہروں میں زیادہ ہوا جو مدینہ منورہ سے زیادہ دور تھے، خاص طور پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حروریہ فرقہ وجود میں آیا تو بدعت کا بازار بہت گرم ہوا اور جہاں تک مدینہ منورہ کی بات ہے تو یہ شہر ہمیشہ بدعت وخرافات سے پاک رہا، اگر کسی نے بدعت پھیلانے کی کوشش کی بھی تو وہ مغلوب ومقہور ہوا، برخلاف دوسرے شہروں کے، جہاں بدعتیوں اورخرافاتیوں کی بڑی پذیرائی ہوئی، کوفہ میں تشیع وارجاء پھیلا، بصرہ میں اعتزال وتنسک خوب چمکا، شام میں ناصبہ کا دور دورہ رہا، سچ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے :

''دجال مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہوسکتا۔''

اسی کا اثر ہے کہ مدینہ منورہ ہمیشہ امام مالک کے عہد تک، (جو دوسری صدی کے عالم تھے)علم وایمان کا گہوارہ رہا۔

ابتدائی تین صدیوں میں جو اسلام کے افضل ترین دور ہیں، مدینہ منورہ میں کوئی ظاہری بدعت نمودار نہیں ہوئی اور نہ اصول دین سے متعلق ہی کوئی بدعت سامنے آئی جیسے دوسرے شہروں میں ہوا۔

ظہور بدعت کے اسباب

اس میں کوئی شک نہیں کہ کتاب و سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہنے سے آدمی بدعات وخرافات اور ہر گمراہی سے محفوظ ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ﴾ (الانعام: ١٥٣)

''اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے تو تم اس پر چلنا اور دیگر رستوں پر نہ چلنا کہ (ان پر چل کر) اللہ کے رستے سے الگ ہو جاؤ گے۔''

اس بات کی وضاحت خود رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث شریف میں کر دی ہے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

((كُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ خَطَّ خَطًّا ، وَ خَطَّ خَطَّیْنِ عَنْ یَمِیْنِهٖ وَ خَطَّ خَطَّیْنِ عَنْ یَسَارِهٖ ثُمَّ وَضَعَ یَدَهٗ فِی الْخَطِّ الْاَوْسَطِ)) [1]

'' ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، آپ نے ایک خط کھینچا، پھر اس کے دائیں طرف دو خط کھینچے اور دو بائیں طرف پھر درمیان والے خط پر ہاتھ رکھا اور پھر یہ آیت کریمہ پڑھی:

---

[1] ابو داود، المقدمہ: ٦١۔

﴿ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ (الانعام: ۱۵۳)

''اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے تو تم اس پر چلنا اور دیگر رستوں پر نہ چلنا کہ (ان پر چل کر) اللہ کے راستے سے الگ ہو جاؤ گے۔ ان باتوں کا اللہ تمھیں حکم دیتا ہے تاکہ تم پرہیز گار بنو۔''

لہٰذا جو بھی کتاب وسنت کی مضبوط رسی کو چھوڑ ے گا، اسے گمراہ کن راستے اور مختلف بدعات وخرافات اپنی طرف کھینچیں گی۔

بدعت کے ظہور کے اسباب وعوامل:

دین کے احکام سے نا واقفیت، خواہشات نفس کی پیروی، اشخاص و آرا کا تعصب، کافروں کی نقل اور تقلید۔ اب ذرا ان چیزوں کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

احکام دین سے ناواقفیت:

جیسے جیسے زمانہ گزرتا جاتا ہے، لوگ رسالت کے آثار سے دور ہوتے جاتے ہیں، علم مٹتا جاتا ہے اور جہالت پھیلتی جاتی ہے، خود نبی اکرم ﷺ نے اس کی خبر دی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ یَعِشْ مِنْكُمْ فَسَیَرٰی اِخْتِلَافًا كَثِیْرًا))[1]

''تم میں سے جو زندہ رہے گا اسے بہت سے اختلافات نظر آئیں گے۔''

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ لَا یَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا مِنَ الْعِبَادِ وَ لٰكِنْ یَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ

[1] ابوداؤد، کتاب السنة، باب لزوم السنة : ٤٦٠٧۔

اَلْعُلَمَاءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يَبْقِ عَالِمًا اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوْسًا جُهَّالًا فَسَئَلُوْا فَأَفْتُوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَ أَضَلُّوْا))[1]

''بے شک اللہ تعالیٰ علم کو بندوں سے چھین کر نہیں اٹھاتا بلکہ علما کو اٹھا کر علم کو اٹھاتا ہے، لہٰذا جب کوئی عالم باقی نہیں رہتا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں اور (ان سے مسائل) پوچھتے ہیں، لہٰذا وہ بغیر علم کے فتویٰ دیتے ہیں اور خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔''

اس سے ثابت ہوا کہ بدعت کا قلع قمع صرف علما ہی کر سکتے ہیں، لہٰذا جب علم و علما کا فقدان ہوگا تو بدعت کو پھلنے پھولنے کا موقع مل جائے گا اور بدعتیوں کا خوب دور دورہ ہوگا۔

خواہشات نفس کی پیروی:

جو شخص بھی کتاب وسنت کی پیروی سے گریز کرے گا وہ ضرور اپنی خواہشات کی پیروی کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَ هُمْ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ﴾ (القصص : ٥٠)

''پھر اگر یہ تمھاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلے؟''

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿ اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهُ هَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى

---

[1] جامع بیان العلم و فضله لابن عبدالبر : ١٨٠/١۔

سَمۡعِهٖ وَقَلۡبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنۡ يَّهۡدِيۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰهِ ﴾

(الجاثیة : ۲۳)

''بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا تھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا لیا اور باوجود جاننے بوجھنے کے (گمراہ ہو رہا ہے تو) اللہ نے (بھی) اس کو گمراہ کر دیا اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، اب اللہ کے سوا اس کو کون راہ راست پر لا سکتا ہے؟''

اشخاص و آرا کا تعصب:

تعصب، معرفت حق اور انسان کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِذَا قِيۡلَ لَهُمُ اتَّبِعُوۡا مَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَآ اَلۡفَيۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا ﴾

(البقرۃ : ۱۷۰)

''اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو (کتاب) اللہ نے نازل فرمائی ہے اس کی پیروی کرو تو وہ کہتے ہیں (نہیں) بلکہ ہم تو اس چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔''

آج کل تصوف کے مختلف طریقوں کے متبعین اور قبر پرستوں کا یہی حال ہے۔ یہ اپنے تعصب میں اندھے ہو جاتے ہیں، جب انھیں کتاب و سنت کی طرف دعوت دی جاتی ہے اور کتاب وسنت کے خلاف اعمال سے روکا جاتا ہے تو یہ اپنے مشائخ کا حوالہ دیتے اور اپنے آباواجداد کے طریقہ سے دلیل پیش کرتے ہیں۔

کفار کی تقلید:

غیر قوموں کی تقلید مسلمانوں کو سب سے زیادہ بدعات وخرافات کے گڑھے میں ڈالتی

ہے، جیسا کہ ابو واقد اللیثی کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے، حضرت اللیثی کا بیان ہے:

ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حنین کی طرف نکلے، ہم نئے نئے اسلام لائے تھے، اس وقت مشرکوں کا ایک درخت تھا، جس کی وہ پرستش کرتے تھے اور اپنے ہتھیار اس پر لٹکائے رکھتے تھے اسے ''ذات انواط'' (انواط والا پیڑ) بھی کہا جاتا تھا، ہم اس درخت کے پاس سے گزرے تو ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی ایک ایسا ''ذات انواط'' بنا دیجیے جیسا کہ مشرکوں کا ہے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰهُ اَكْبَرُ إِنَّهَا السُّنَنُ قُلْتُمْ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ كَمَا قَالَتْ بَنُوْ إِسْرَائِیْلَ لِمُوْسٰی))

''اللہ اکبر۔ یہی سنن ہے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم نے ہم سے وہی بات کہہ دی جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے کہی تھی۔''

﴿ اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴾

(الاعراف : ۱۳۸)

''جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو۔ موسیٰ نے کہا تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو۔''

((لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ))[1]

''تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلو گے۔''

اس حدیث میں صاف طور پر بیان کر دیا گیا ہے کہ کفار کی تقلید ہی نے بنی اسرائیل کو اس گندے سوال پر ابھارا تھا کہ ان کے لیے بھی ایک صنم کا بندوبست کیا جائے تا کہ وہ اس

---

[1] صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل : ۳٤٥٦۔

کی عبادت کریں، اسی چیز نے بعض صحابہ کو رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کرنے پر مجبور کیا کہ ان کے لیے ایک درخت منتخب کر دیا جائے، جس سے وہ تبرک حاصل کریں ، آج بھی مسلمانوں کا یہی حال ہے آج مسلمانوں کی اکثریت کافروں کی تقلید میں لگی ہوئی ہے اور مشرکانہ اعمال اور بدعات وخرافات میں پڑی ہوئی ہے۔ بڑی دھوم دھام سے برتھ ڈے منایا جاتا ہے مخصوص اعمال کے لیے دن اور ہفتے منائے جاتے ہیں، مختلف دینی مناسبتوں اور یادگار کے موقعوں پر جلسے جلوس منعقد کیے جاتے ہیں، مجسمے اور یادگار علامتیں نصب کی جاتی ہیں، مجلس ماتم منعقد کی جاتی ہے پھر جنازوں کی بدعت اس پر مستزاد ہے قبروں کو پختہ بنانا اور قبروں پر عمارتیں تعمیر کرنا رواج پا گیا ہے۔

فصل سوم

اہلِ سنت کا بدعتیوں سے تعلقات کا انداز

ابوالدرداء غضبناک ہو گئے:

اہل سنت و جماعت برابر بدعتیوں کا جواب دیتے چلے آ رہے ہیں اور ان کی بدعات وخرافات کا شدت سے انکار کر رہے ہیں اور انھیں شرک و بدعت سے روک رہے ہیں، جس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں، حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((دَخَلَ عَلَيَّ أَبُوا الدَّرْدَاءِ وَ هُوَ مُغْضِبٌ فَقُلْتُ مَا اَغْضَبَكَ ؟ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا أَعْرِفُ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ شَيْئًا إِلَّا أَنَّهُمْ يُصَلُّوْنَ جَمِيْعًا))[1]

''ایک مرتبہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بڑے غصہ کی حالت میں گھر میں داخل ہوئے، میں نے پوچھا کیا ہوا، کہنے لگے: اللہ کی قسم! آج مسلمانوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی کوئی چیز نہیں سوائے اس کے کہ وہ با جماعت نماز پڑھتے ہیں۔''

قصہ حد سے بڑھنے والوں کا:

حضرت عمر بن یحییٰ بیان کرتے ہیں:

میں نے اپنے والد کو اور انھوں نے اپنے والد کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ: ''ہم ظہر کی نماز سے پہلے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے دروازہ کے پاس بیٹھا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب فضل الصلاة الفجر فی جماعة: ٦٥٠۔

کرتے تھے، جب وہ نکلتے تھے تو ان کے ساتھ مسجد کی طرف چل پڑتے، ایک دن ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور پوچھا: کیا ابو عبدالرحمٰن آ چکے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں! وہ ہمارے ساتھ بیٹھ گئے، یہاں تک کہ ابو عبدالرحمٰن نکل آئے، جب وہ نکلے تو ہم سب مل کر ان کی طرف بڑھے، تو انھوں نے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! ہم نے تھوڑی دیر پہلے مسجد میں ایک نئی چیز دیکھی ہے۔ میرے خیال میں الحمدللہ وہ اچھی ہی ہوگی، انھوں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا اگر تم زندہ رہو گے تو خود بھی دیکھ لو گے اور کہا: میں نے مسجد میں ایک ایسی جماعت کو دیکھا جو حلقہ بنائے بیٹھی تھی اور نماز کا انتظار کر رہی تھی، ہر حلقہ میں ایک شخص نمایاں تھا اور سب کے ہاتھ میں کنکریاں تھیں، نمایاں شخص کہتا ہے سو مرتبہ تکبیر کہو تو وہ لوگ سو مرتبہ تکبیر کہتے، پھر وہ کہتا سو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھو تو وہ سو مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھتے، پھر وہ کہتا سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھو۔ انھوں نے پوچھا: تم نے ان سے کیا کہا؟ جواب دیا: میں نے ان سے کچھ نہیں کہا، اس میں آپ کی رائے کا انتظار ہے یا آپ کے حکم کا انتظار ہے، انھوں نے کہا: انھیں اس بات کا حکم کیوں نہیں دیا کہ وہ اپنی غلطیاں شمار کریں، ان کی نیکیوں کی ضمانت ہے کہ وہ ضائع نہیں ہوں گی، پھر وہ جانے لگے اور ہم بھی ان کے ساتھ ہو لیے، یہاں تک کہ ان حلقوں میں سے ایک حلقہ کے پاس آئے اور وہاں کھڑے ہو کر کہا: یہ تم کیا کر رہے ہو جسے ہم دیکھ رہے ہیں؟ ان لوگوں نے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن یہ کنکریاں ہیں، جس کے ذریعہ ہم تکبیر و تہلیل، تسبیح و تحمید کا شمار کرتے ہیں، یہ سن کر انھوں نے کہا: اپنے گناہوں کو یاد کرو، میں تمھارا ضامن ہوں کہ تمھاری حسنات ضائع نہیں ہوں گی، تمھیں کیا ہوگیا ہے؟ محمد کی امت! اتنی جلدی ہلاکت کی طرف کیوں بڑھ رہی ہے؟ حالانکہ آج صحابہ کرام کافی تعداد میں موجود ہیں، ابھی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے بھی پرانے نہیں ہوئے ان کے برتن بھی ابھی اسی طرح

صحیح سالم ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کیا تمھارا طریقہ محمد ﷺ کے طریقہ سے زیادہ اچھا ہے؟ یا تم گمراہیوں کا دروازہ کھولنے والے ہو؟ ان لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! اے ابوعبدالرحمٰن! ہماری نیت تو بھلائی اور خیر کی ہے اس پر انھوں نے کہا: بہت سے خیر کے طلب گار خیر تک نہیں پہنچ پاتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو قرآن پڑھ رہے ہوں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، اللہ کی قسم! شاید ان میں سے اکثر تم ہی میں سے ہیں، پھر آپ ان کے پاس سے ہٹ گئے، حضرت عمرو بن سلمہ کا بیان ہے کہ ہم نے ان میں سے اکثر کو دیکھا کہ وہ نہروان کے موقع پر خوارج کے ساتھ مل کر ہمیں لعن وطعن کر رہے تھے۔ ①

امام مالک رحمہ اللہ اور ایک اجنبی:

ایک مرتبہ ایک شخص امام مالک بن انس رحمہ اللہ کے پاس آیا اور دریافت کیا:

میں کس جگہ سے احرام باندھوں؟

آپ نے کہا: میقات سے، جہاں سے رسول اللہ ﷺ نے احرام باندھا تھا۔

اس نے کہا: اگر میں وہاں سے پہلے ہی احرام باندھ لوں تو؟

امام مالک نے کہا: میرے خیال میں یہ صحیح نہیں،

اس نے کہا: اس میں ناپسندیدگی کی کیا بات ہے؟

امام مالک نے کہا: اصل میں میں تمھارے لیے فتنہ پسند نہیں کرتا،

اس نے کہا: زیادہ خیر حاصل کرنے میں کون سا فتنہ ہے؟

امام مالک نے کہا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

① الدارمی، المقدمہ، باب فی کراھیۃ اخذالرای: ۲۰۸۔

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ (النور : ٦٣)

''تو جولوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ (کہیں ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔''

اس سے بڑا فتنہ کیا ہوسکتا ہے کہ تمھارے لیے ایسی فضیلت مخصوص کی جائے جس سے رسول اللہ ﷺ نا آشنا تھے۔

یہ ایک نمونہ ہے کہ ہمارے علمائے کرام برابر بدعتیوں کی حرکتوں پر نکیر کرتے آئے ہیں اور آج بھی کر رہے ہیں۔ الحمد لله على ذلك ۔

اہل بدعت کے جواب میں اہل سنت و جماعت کا طریقہ:

ان کا منہج وطریقہ کتاب وسنت پر مبنی ہے، یہ بہت ہی مدلل ومسکت طریقہ ہے، پہلے بدعتیوں کے شبہات کا تذکرہ کیا جاتا ہے پھر ان کے بے بنیاد دلائل کا رد کیا جاتا ہے۔ کتاب وسنت کے دلائل کے ساتھ انھیں بتایا جاتا ہے کہ سنت کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنا فرض ہے اور شرک و بدعت اور دین میں نئی نئی چیزیں پیدا کرنا حرام ہے، اس موضوع پر بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں، عقائد کی کتابوں میں شیعہ، خوارج، جہمیہ، معتزلہ، اشاعرہ کا جواب دیا گیا ہے، جیسے امام احمد رحمہ اللہ نے جہمیہ کے رد میں کتاب لکھی ہے، ان کے علاوہ دوسرے علمائے کرام نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے، جیسے عثمان بن سعید الدارمی، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، ان کے شاگرد علامہ ابن قیم رحمہ اللہ، شیخ محمد بن وہاب وغیرہم نے صوفیا، قبر پرستوں اور دیگر گمراہ فرقوں کے جواب دیے ہیں۔ بدعت کے رد میں جو کتابیں لکھی گئیں ہیں وہ بہت زیادہ ہیں، ان میں سے بعض قدیم کتابوں کا تذکرہ ذیل میں کیا جا رہا ہے۔

رد بدعت میں چند کتابیں:

۱۔ کتاب الاعتصام لامام الشاطبی۔

۲۔ کتاب اقتضاء الصراط المستقیم شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (کتاب کا کثیر حصہ بدعت کے رد میں ہے)۔

۳۔ کتاب انکار الحوادث و البدع لابن وضاح۔

۴۔ کتاب الحوادث والبدع......لابن وضاح۔

۵۔ کتاب الباعث علی انکار البدع ......لالطرطوشی۔

چند جدید کتابیں:

۱: کتاب الابداع مولفہ شیخ علی محفوظ۔

۲: کتاب السنن والمتبدعات المتعلقۃ بالا ذکار والصلوات، مولفہ شیخ محمد ابن احمد الشقیری الحوامدی۔

۳: رسالۃ التحذیر من البدع، مولفہ الشیخ عبدالعزیز بن باز۔

الحمد للہ آج بھی علمائے کرام کی ایک بڑی جماعت بدعت کے قلع قمع کرنے اور بدعتیوں کو راہ راست پر لانے میں لگی ہوئی ہے نیز یہ لوگ رسائل و جرائد، ذرائع ابلاغ، خطبہ جمعہ، سیمیناروں اور کانفرنسوں کے ذریعہ اس میدان میں کام کر رہے ہیں، جس کا مسلمانوں کو بیدار کرنے اور بدعت کے ازالہ اور بدعتیوں کو راہ راست پر لانے میں بڑا اثر ہے۔

فصل چہارم

عصر حاضر کی چند نئی بدعتوں کے نمونے

- میلاد شریف کے جشن اور جلوس
- بعض آثار و مقامات اور مردوں سے تبرک
- عبادات وتقرب کے میدان کی بدعتیں

چند وجوہات کی بناپر عصر حاضر میں بدعتیں بہت ہی زیادہ فروغ پاگئی ہیں۔ ان وجوہات میں سب سے بڑی وجہ جہالت ہے، پھر قرن اول سے اس زمانہ کی دوری، پھر بدعت کی طرف بلا کر اور سنت کی مخالفت کر کے پیٹ پالنے والے مولویوں کی کثرت، پھر غیر مسلم اقوام وملل کے عادات و اطوار اور شعائر و روایات کی تقلید بھی اس کی ایک بڑی وجہ ہے، سچ فرمایا تھا رسول اللہ ﷺ نے:

((لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ))[1]

''تم گزشتہ قوموں کے طریقوں کی اتباع ضرور کرو گے۔''

ربیع الاول میں میلاد کے جشن اور جلوس:

میلاد منانا سراسر عیسائیوں کی تقلید ہے۔ اس لیے کہ عیسائی مسیح علیہ السلام کی ولادت کا دن مناتے ہیں، اسلام میں یہ چیز نہیں ہے، لیکن اکثر جاہل مسلمان اور گمراہ علما ہر سال ماہ ربیع

[1] صحيح بخاري، كتاب احاديث الانبياء، باب ما ذكر عن بني اسرائيل : ٣٤٥٦۔

الاول کو میلاد شریف کے نام سے جشن اور جلوس نکالنے لگے ہیں۔ بعض تو اس طرح کے جلسے مسجد ہی میں منعقد کرتے ہیں اور بعض اپنے گھروں، میدانوں یا بازاروں میں بڑے اہتمام سے منعقد کرتے ہیں، جس میں بڑی تعداد میں گنوار لوگ حاضر ہوتے ہیں اور وہ یہ سب کچھ نصاریٰ کی تقلید اور نقل میں کرتے ہیں۔ نصاریٰ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد مناتے ہیں ٹھیک اسی طرح مسلمان بھی رسول اللہ ﷺ کا میلاد مناتے ہیں اور میلاد کی ہر چیز میں ان کی تقلید کرتے ہیں، جب کہ اس طرح کے جشن اور جلوس، بدعت و خرافات اور نصاریٰ کی تقلید کے علاوہ اس میں ہزاروں طرح کے شرکیہ اعمال کیے جاتے ہیں اور منکرات کا ارتکاب کیا جاتا ہے، ایسے نعتیہ کلام پیش کیے جاتے ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کے حق میں غلو ہوتا ہے پھر آپ ﷺ کو حاضر ناظر سمجھ کر آپ ﷺ ہی سے دعائیں مانگی جاتی ہیں، غوث اعظم کے دامن کو نہ چھوڑنے کی صدا لگائی جاتی ہے، جب کہ خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْیَمَ ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ فَقُوْلُوْا : عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ))[1]

''دیکھو! میری تعریف میں غلو نہ کرنا جس طرح نصاریٰ نے ابن مریم کی تعریف میں غلو کیا ہے، بے شک میں بندہ ہوں، لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو۔''

اہل میلاد کا اعتقاد:

لفظ ''اطراء'' کا معنیٰ ہے مدح و تعریف میں غلو کرنا، میلاد النبی کے جشن و جلوس میں عموماً لوگ یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ بذات خود اس محفل میں تشریف لاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کی دوسری برائیاں یہ ہیں کہ ان میں لوگ اجتماعی طور پر نعت خوانی و

[1] بخاری، کتاب احادیث الانبیاء ، باب قول اللہ تعالیٰ : واذکر فی الکتاب مریم : ۳٤٤٥۔

نظم خوانی کرتے ہیں ، گانے بجانے کا پورا اہتمام ہوتا ہے ، صوفیوں کے اذکار اور اوراد پڑھے جاتے ہیں۔مختلف بدعتوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے، اس میں مرد وزن کا اختلاط بھی ہوتا ہے ، جس سے فتنہ وفساد پیدا ہوتا ہے۔لوگوں کے فواحش میں پڑنے کا پورا خطرہ رہتا ہے، اگر یہ محفلیں تمام برائیوں سے پاک بھی ہوں تو بھی لوگوں کا اس بات کے لیے جمع ہونا، اجتماعی طور پر کھانا پینا، خوشی ومسرت کا اظہار کرنا بذات خود ایک بدعت ہے اور دین میں ایک نئی چیز کی ایجاد ہے، جبکہ حدیث شریف کے الفاظ ہیں:

''ہرنئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اور آہستہ آہستہ اس طرح کے جلسوں میں منکرات و برائیوں کا در آنا یقینی بات ہے جیسا کہ عموماً ہوتا ہے۔

ابو حفص تاج الدین کا دوٹوک جواب :

میلاد النبی منانا میرے نزدیک ایک بدعت ہے، اس لیے کہ کتاب وسنت، سلف صالحین اور خیر القرون میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ یہ چوتھی صدی ہجری کی پیداوار ہے، شیعہ فاطمیوں نے اسے ایجاد کیا ہے۔امام ابو حفص تاج الدین الفاکہانی رحمہ اللہ کا کہنا ہے:

''مبارکیوں کی ایک جماعت مجھ سے بار بار پوچھ رہی ہے کہ ماہ ربیع الاول میں جو میلاد النبی مناتے ہیں کیا دین میں اس کی اصل ہے؟ چونکہ صاف طور پر مجھ سے یہ سوال کیا گیا ہے اس لیے صفائی کے ساتھ میرا جواب ہے کہ کتاب وسنت میں اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ان علمائے کرام ہی سے یہ منقول ہے جو ہمارے لیے اسوہ ہیں ، جو متقدمین کے آثار مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں ، بلکہ میرے نزدیک یہ ایک بدعت ہے جسے کچھ بے کار اور کاہل قسم کے لوگوں نے ایجاد کر رکھا ہے اور کچھ کھانے پینے والے نفس پرستوں نے کھانے پینے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا موقف:

اس سلسلہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''آج کل جس طرح لوگ میلاد شریف مناتے ہیں یا تو نصاریٰ کی تقلید میں مناتے ہیں، اس لیے کہ یہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یوم ولادت مناتے ہیں یا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم میں مناتے ہیں، جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش میں مورخوں اور سیرت نگاروں کے مابین اختلاف ہے، اس طرح کا میلاد ہمارے سلف صالحین نے کبھی نہیں منایا اگر یہ خیر و بھلائی کی چیز ہوتی تو ہمارے اسلاف کرام ضرور ایسا کرتے، اس لیے کہ وہ ہم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے والے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے تھے۔ وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پیروی اور ایک ایک سنت کو زندہ کرنے کے لیے مرمٹتے تھے۔ وہ ہم سے زیادہ نیکی کے حریص تھے، یہ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و تعظیم کا ذریعہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی و اتباع، آپ کی سنتوں کے احیا، دین اسلام کے فروغ لا باعث اور دل و زبان اور ہاتھ سے جہاد ہی کو سمجھتے تھے، یہی طریقہ سابقین اولین، مہاجرین و انصار اور ان کے سچے متبعین کا تھا۔

اس بدعت کے رد میں متعدد کتب و رسائل لکھے گئے ہیں۔ پہلے بھی اور موجودہ دور میں بھی، اصل میں میلاد شریف ایک بدعت ہونے کے علاوہ دوسرے اولیا و صالحین کی یوم ولادت (برتھ ڈے) منانے کا راستہ کھول دیتی ہے، جس سے شر و فساد کے مختلف دروازے کھل جاتے ہیں۔

بعض مقامات، آثار اور زندہ و مردہ اشخاص سے برکت حاصل کرنا:

مخلوق سے برکت حاصل کرنا بھی ایک سنگین بدعت ہے، جو آج کل بہت زوروں پر ہے، دراصل یہ بت پرستی کی ایک قسم ہے، ایک ایسا جال ہے جس سے بہت سے مفاد پرست حضرات سیدھے سادے لوگوں کو پھانس کر اپنا پیٹ پالتے ہیں۔

لفظ "تبرک" کے معنیٰ ہیں برکت کا طلبگار ہونا اور برکت کے معنیٰ ہیں کسی چیز میں خیر و بھلائی کا ثبوت یا خیر و بھلائی میں اضافہ کی صلاحیت، خیر و بھلائی کی طلب، یا اس میں اضافہ کی خواہش اسی ذات سے درست ہے جو اس کا مالک اور اس پر قادر ہو اور وہ سوائے اللہ سبحانہ کے اور کون ہوسکتا ہے؟ وہی ذات بابرکت ہے جو برکت کو نازل فرماتی ہے اور اس کو ثابت کرتی ہے جہاں تک مخلوق کی بات ہے، وہ برکت عطا کرنے یا اس کو پیدا کرنے اور اس کو باقی اور ثابت رکھنے پر قادر نہیں، لہٰذا مقامات، آثار اور زندہ و مردہ اشخاص سے برکت حاصل کرنا کسی حال میں جائز نہیں، اگر کسی کا اعتقاد ہو کہ ان میں سے کوئی چیز برکت عطا کرتی ہے تو یہ شرک کی طرف لے جانے والا راستہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موے مبارک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب مبارک اور جسم اطہر سے الگ ہونے والی دیگر چیزوں سے جو برکت حاصل کرتے تھے تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے ساتھ ہی خاص ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور ان کے درمیان موجودگی تک ہی خاص ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حجرہ مبارکہ، روضہ اطہر وغیرہ چیزوں سے کبھی بھی برکت حاصل نہیں کی اور کبھی بھی کسی نے برکت و خیر کی نیت سے ان جگہوں کا قصد نہیں کیا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی تھی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے، تو اولیا اور بزرگوں کی جگہوں سے برکت حاصل کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ جب کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانات سے برکت حاصل کرنا صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد کسی صحابی نے اس طرح برکت حاصل نہیں کی، کسی صحابی کے بارے میں یہ ثابت نہیں کہ اس نے غار حرا جا کر نماز پڑھی ہو یا دعا مانگی ہو یا وہ کوہ طور پر گئے ہوں۔ جہاں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بات کی تھی تاکہ وہاں نماز ادا کریں اور نہ ان کے علاوہ دیگر مقامات اور پہاڑوں پر وہ گئے جن کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ انبیا کے نشانات ہیں اور نہ وہ کسی نبی کی تعمیر کردہ عمارت اور نشانی پر گئے۔ اسی طرح مسجد نبوی کی وہ جگہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ

نماز ادا فرماتے تھے اس کے متعلق ہمارے اسلاف میں سے کسی کے بارے میں یہ ثابت نہیں کہ انھوں نے اسے چھوا ہو، اس کو بوسہ دیا ہو اور مکہ مکرمہ میں جہاں آپ ﷺ نماز ادا فرماتے تھے وہاں کے بارے میں بھی ایسا کچھ نہیں ملتا، اس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ جب اس جگہ کو جہاں آپ ﷺ کے مبارک قدم پڑے ہوں، جہاں آپ نے نماز ادا کی ہو، شریعت نے اپنی اسے کے لیے بابرکت نہیں قرار دیا کہ اسے چھوا جائے، اس سے برکت حاصل کی جائے، اس کا بوسہ دیا جائے، تو پھر کسی غیر کے سلسلہ میں کیسے کہا جا سکتا ہے کہ فلاں نے یہاں نماز پڑھی تھی، حضرت نے یہاں قیلولہ فرمایا تھا، حضرت نے یہاں بیٹھ کر دعا فرمائی تھی، حضرت یہاں وضو فرماتے تھے، لہٰذا ان جگہوں کو بوسہ دینا باعث برکت ہے، تمام علمائے دین اور امت کے صالح افراد کو معلوم ہے کہ اس طرح کا کوئی عمل آپ ﷺ کی شریعت میں سے نہیں ہے۔

عبادات اور تقرب الی اللہ کے متعلق بدعات:

عصر حاضر میں عبادات سے متعلق لوگوں نے جو بدعتیں ایجاد کی ہیں وہ بھی کچھ کم نہیں ہیں، جب کہ عبادات تمام کی تمام توقیفی ہیں، اس میں حذف واضافہ اور رد و بدل کے بارے میں غور وفکر کی کوئی گنجائش نہیں۔ کسی قوی دلیل کے ذریعہ ہی اس سلسلہ میں کچھ کہا جا سکتا ہے، بلا دلیل کچھ کرنا ہی بدعت ہے، ارشاد نبوی ہے:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))[1]

''جو شخص کوئی ایسا عمل کرے، جس پر ہماری شریعت کی دلیل نہ ہوگی تو وہ ناقابل قبول ہے۔''

[1] مسلم، کتاب الاقضیہ، باب نقض الاحکام الباطلة ورد محدثات الامور: بعد ۱۷۱۸۔

موجودہ غیر شرعی عبادتوں کی چند جھلکیاں

نیتِ نماز کو با آواز بلند ادا کرنا:

اس طرح کی نیت بدعت ہے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت نہیں ہے، نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ (الحجرات: ١٦)

''ان سے کہو! کیا تم اللہ کو اپنی دین داری جتلاتے ہو؟ اور اللہ تو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں سے واقف ہے اور اللہ ہر شے کو جانتا ہے۔''

نیت کی جگہ دل ہے اور نیت کرنا سراسر قلبی عمل ہے، زبان سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

ایک بدعت نماز کے بعد اجتماعی ذکر و اذکار کی ہے، جب کہ سنت یہ ہے کہ ہر شخص سنت سے ثابت شدہ ذکر انفرادی طور پر کرے، ایک بدعت مختلف موقعوں پر فاتحہ پڑھنے کی دعوت ہے خاص طور پر مردوں کے لیے اور دعا کے بعد، اسی طرح محفل ماتم کا اہتمام، حلوہ، کھچڑی، قاری لوگوں کو اجرت پر بلانا وغیرہ اور یہ سب کچھ یہ سمجھ کر کرنا کہ اس سے مردہ کی تعزیت ہوتی ہے یا اس سے مردہ کو فائدہ پہنچتا ہے، یہ سب وہ بدعتیں ہیں جن کی کوئی بنیاد شریعت وسنت میں نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کی کوئی دلیل نہیں بھیجی۔

تاریخی ایام میں جشن اور جلوس کا اہتمام

شب معراج، ہجرت نبوی یا دوسرے تاریخی ایام میں کسی طرح کے بھی جشن اور جلوس کا اہتمام کرنا بدعت ہے، شریعت میں اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے، اس میں وہ عمل بھی داخل ہے جو ماہ رجب میں کیا جاتا ہے مثلاً رجب کا عمرہ، اس میں نفل نماز اور نفل روزہ کا خاص اہتمام کرنا وغیرہ بھی شامل ہیں۔ ماہ رجب کی کوئی فضیلت نہیں ہے، نہ عمرہ کے اعتبار سے اور نہ نماز، روزہ اور نذر و قربانی کے اعتبار سے ہی اور نہ رجب کے علاوہ دیگر مہینوں میں ان چیزوں کا اہتمام صحیح ہے۔

صوفیا کے ذکر واذکار

ان کی تمام قسمیں، سب کی سب خود ساختہ چیزیں ہیں، اس لیے کہ اس سے شریعت کے ذکر واذکار اس کے طریقہ وہیئت اور اوقات کی مخالفت ہوتی ہے۔

نصف شعبان کی شب کو نماز اور دن کی روزہ کے لیے تخصیص

اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے اسی طرح قبروں کو پختہ کرنا، ان پر تعمیر کرنا، انہیں مسجد بنا لینا، برکت کے لیے ان کی زیارت کرنا، مردوں کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنا، ان کے علاوہ دیگر شرکیہ اعمال، عورتوں کا قبرستان جانا وغیرہ جب کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے اور قبروں کو مسجد بنانے اور ان پر چراغاں کرنے والوں کو برا بھلا کہا ہے۔

خاتمہ

آخر میں ہم یہی کہیں گے کہ بدعت فکر جدید کی پیداوار ہے، یہ دین میں اضافہ ہے جسے نہ اللہ تعالیٰ نے مشروع فرمایا ہے اور نہ اس کے رسول ﷺ ہی نے۔ بدعت گناہ کبیرہ سے بدتر ہے اور بدعت سے شیطان اتنا خوش ہوتا ہے جتنا وہ گناہ کبیرہ سے بھی خوش نہیں ہوتا، اس لیے کہ گناہ کے ارتکاب کے بعد تو بندہ توبہ کر لیتا ہے جب کہ ایک بدعتی بدعت کا مرتکب ہوتے وقت سمجھتا ہے کہ یہ دین میں سے ہے، پھر اس سے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لہٰذا اسے توبہ کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، بدعت کے احیا سے سنت مٹتی ہے اور بدعتی کے نزدیک سنت ناپسندیدہ چیز بن جاتی ہے، یہیں سے وہ اہل سنت سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

بدعت بندہ کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتی ہے اس کے غضب کو دعوت دیتی ہے، دل میں فساد و زیغ اور ضلال کا باعث بنتی ہے۔

بدعتیوں سے ہمارا کیا سلوک ہو؟

بدعتی سے راہ و رسم پیدا کرنا، اس سے گھل مل کر رہنا حرام ہے۔ صرف انھیں راہ راست پر لانے، سمجھانے اور بدعت سے انکار پر آمادہ کرنے کے لیے ایسا کیا جا سکتا ہے، اس لیے کہ ان سے گھل مل کر رہنے سے برا اثر پڑتا ہے، بدعت کی متعدی بیماری دوسروں تک پہنچ جاتی ہے، ان سے جہاں تک ہو سکے بچنا چاہیے، ان کی برائیوں سے دور رہنا چاہیے اور ایسا

اس وقت کیا جائے گا جب ان پر گرفت اور پکڑ کی طاقت نہ ہو، ورنہ ان کی گرفت پر قدرت اور طاقت کی شکل میں علمائے اسلام و امرائے حکومت پر واجب ہے کہ بدعت کو پھلنے پھولنے سے سختی کے ساتھ روکیں، بدعتیوں پر پابندی لگائیں، ان کو برائی سے باز رکھیں، اس لیے کہ اسلام کے لیے وہ زبردست خطرہ ہیں، اس موقع پر یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ کافر حکومتیں اپنے یہاں بدعتیوں کی بڑی ہمت افزائی کرتی ہیں، بدعت کو پھلنے پھولنے کا پورا موقع دیتی ہیں، مختلف طریقوں سے ان کی مدد کرتی ہیں، اس لیے کہ اس سے اسلام کا خاتمہ ہوتا ہے اور اس کی صورت بگڑتی ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دست بہ دعا ہیں کہ وہ اپنے دین کی مدد فرمائے، اپنے کلمہ کو بلند فرمائے، اپنے دشمنوں کو ذلیل فرمائے۔ درود وسلام ہو نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کی آل واولاد اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر۔

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

نبی کو چاہیں خدا کر دکھائیں اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

وہ دین جس سے توحید پھیلی جہاں میں ہوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں وہ بدلہ گیا آ کے ہندوستان میں

ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں
وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں

(مولانا الطاف حسین حالی رحمہ اللہ)